کلیات

مراثی جوش ملیح آبادی

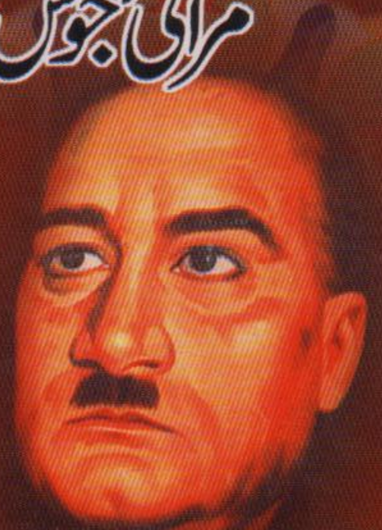

مؤلف

ڈاکٹر عصمت ملیح آبادی

Presented by www.ziaraat.com

کلیات

مراثیِ جوشؔ ملیح آبادی

مؤلف:

ڈاکٹر عصمتؔ ملیح آبادی

Presented by www.ziaraat.com

فہرست

(۱)......... مرثیئے کی اہمیت ۵

(۲)....... ذاکر سے خطاب ۳۰

(۳) .... متولیانِ وقف حسین آباد سے خطاب ۳۹

(۴) .... سوگوارانِ حسین سے خطاب ۴۲

(۵)....... حسین اور انقلاب ۴۸

(۶)....... موجد و مفکر ۷۲

(۷) .... آوازۂ حق ۱۳۲

(۸) .... طلوعِ فکر ۱۶۴

(۹)....... وحدتِ انسانی ۲۰۲

(۱۰) .... عظمت انسان ۲۲۹

(۱۱)....... زندگی و موت ۲۶۰

(۱۲) .... پانی ۲۹۰

(۱۳) ...... سلام ۳۱۷-۳۳۱

Presented by www.ziaraat.com

شاعری میں مرثیئے کی اہمیت

اُردو شاعری میں واقعاتِ کربلا کو بنیاد بنا کر مرثئے کہے گئے ہیں۔ وہ المناک حادثہ جو کربلا میں پیش آیا تھا اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان مظالم کا شکار ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین شہید کردیئے گئے تھے۔ اُردو شاعری کا ایک مستقل عنوان ہے۔

کربلا کے واقعے کے بعد یزید کی اموی حکومت نے ملک پر کنٹرول حاصل کرلیا لیکن جو لوگ اموی حکومت کے مخالف تھے اور کربلا کے مظالم کا انتقام لینا چاہتے تھے انہوں نے کربلا کے ظلم وجور کو بنیاد بنا کر بنی اُمیہ کے خلاف بغاوت کرنے اور اموی حکومت کو ختم کر کے آل رسول کی حکومت قائم کرنے کے لئے خفیہ تنظیم کی بنیاد ڈالی۔

اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری تھا کہ واقعات کربلا کا زیادہ سے زیادہ پروپیگنڈہ کیا جاتا اور مسلمانوں کو بار بار اس ظلم کی یاددہانی کرائی جاتی جو کربلا میں خاندانِ رسالت پر ڈھایا گیا تھا۔

یہ پورا واقعہ حادثہ، سانحہ اور المیہ عربوں سے تعلق رکھتا تھا۔ ایسے تمام حادثوں کو زندہ اوران کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے عرب روایات میں شاعری سے کام لیا جاتا تھا۔ عہد جاہلیت میں بھی عرب اپنے مقتولوں کو یادرکھنے کے لئے شاعری سے کام لیتے تھے۔ عہد رسالت میں شہدائے اسلام کے بارے میں

Presented by www.ziaraat.com

شاعری سے کام لیا گیا ہے۔ اس شاعری کو عربوں نے ''مرثیہ'' کا نام دیا ہے۔ وہی روایت ہماری اُردو شاعری میں بھی مرثیہ کے نام سے زندہ رہی ہے لیکن اُردو شاعری میں ہر شخص کی موت پر کہے جانے والے اشعار کو مرثیہ نہیں کہتے۔ ہماری شاعری میں مرثیہ، واقعاتِ کربلا اور شہدائے کربلا کے سلسلے میں کی جانے والی شاعری کو کہتے ہیں۔

''عربی میں مرثیہ کی روایت'' (عہد جاہلیت میں)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے کے زمانے کو عہد جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اس زمانے کے شاعروں نے اپنے مقتولوں اور مرنے والوں کی خصوصیات، صفات، شجاعت، مہمان نوازی، غربا پروری اور قبیلے کی پشت پناہی کا ذکر کر کے اظہارِ غم کیا ہے۔

ابن الذبیہ ثقفی نے اہل یمن پر حبشیوں کے حملے اور یمنیوں کی تباہی پر مرثیہ کہا ہے۔ اس جنگ میں یمن کے حاکم ذونواس کو شکست ہوگئی تھی اور وہ سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا تھا۔

اس کا مرثیہ یہ ہے:

''تیری جان کی قسم، ایک جواں مرد کے لئے کہیں سکون و قرار نہیں، جس کے پیچھے بڑھاپا بھی لگا ہوا ہے اور موت بھی۔

کیا مقامات عبرت میں صبح کے وقت حمیر کے قبیلے والوں کے ہلاک و برباد ہونے کے بعد بھی کسی کو سکون و قرار کی اُمید ہے۔

وہ حمیری جن کی تباہی لاکھوں جنگ جوؤں کے ہاتھوں ہوئی جو بارش سے کچھ پہلے چھا جانے والے بادل کی طرح چھا گئے تھے۔

جن کے نعرے اور شور غل نے تھان پر بندھے ہوئے گھوڑوں کو بہرا بنا دیا تھا اور جن سے حمیری مقابلہ کر رہے تھے۔ بدبودار حبشی انہیں بھگا رہے تھے۔ یا زرہ بکتر کی زیادتی اور اسلحہ کی کثرت سے مرعوب ہو کر وہ خود فرار ہو رہے تھے۔

یہ غولِ بیابانی، شمار میں گرد کے ذرات کی طرح تھا۔ ان کی کثرت سے درختوں کی چھال ختم ہو گئی تھی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات پر ایک عرب شاعر نے مرثیہ کہا۔ عبد مناف عرف مغیرہ کے بیٹے کا نام ہاشم تھا۔ ہاشم کا انتقال شام کے شہر غمزہ میں ہوا۔ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب نے بڑی شہرت حاصل کی، انہوں نے یمن کے شہر رومان میں وفات پائی۔

ان کا مرثیہ یہ ہے:

چھلکتے اور لبریز پیالے پینے کے بعد حاجی عبدالمطلب کے مرنے کے بعد پیاسے ہو گئے۔ کاش قریش کسی ایک جھنڈے پر متفق ہو جائیں۔

مطرود بن کعب خزائی نے عبد مناف کے بیٹے نوفل اور پوتے عبدالمطلب کا مرثیہ کہا۔

''اے سخت راتوں کی ایک رات تو نے بہت سی راتوں کو غم اور پریشانی میں گزارنے پر مجبور کر دیا''۔

اے وائے، وہ غم اندوہ جو میں جھیل رہا ہوں اور اے وہ موت جن کی تکلیف میں برداشت کر رہا ہوں۔

جب میں اپنے بھائی نوفل کو یاد کرتا اس کی یاد مجھے بہت سے گزرے ہوؤں کی یاد دلاتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

چار شخص ایسے تھے جو سب کے سب سردار تھے اور سرداروں کی اولاد تھے۔

وہ میت جو مقام رومان میں گاڑی گئی (المطلب) اور وہ لاش جو مقام سلمان میں دفن ہے۔ (نوفل) اور وہ جو مقامِ غزہ میں توپی گئی (ہاشم) اور وہ لاش جو اس لحد میں اتاری گئی جو کعبۃ اللہ کے مشرق میں ہے۔ (عبد شمس) ان سب کا اصل اور ان سب میں ممتاز ہستی عبد مناف کعب کی ہے لیکن وہ سب کے سب برائی کرنے والوں کی علامت سے بلند و بالا ہیں۔

بنی جعفر اور اس کے قبیلے کے لڑکے زندوں اور مردوں سے بہترین ہیں۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے قبول اسلام سے پہلے اپنے باپ کا مرثیہ کہا۔

”میرے آنسو میرے رخساروں پر ڈھلکنے والے موتیوں کی طرح بہنے لگے۔ اس شریف شخص پر جو دوسروں کے نسب میں ملنے کا جھوٹا دعویدار نہ تھا جسے مخلوقِ خدا پر نمایاں فوقیت حاصل تھی۔

شیبہ پر جو بڑا فیاض تھا اور بلند مرتبے والا۔ اپنے باپ پر جو ہر قسم کی سخاوت کرنے والا تھا۔

اس پر جو جنگ کے میدان میں خوب لڑنے والا اپنے ہمسروں سے کسی بات میں پیچھے نہ رہنے والا نہ کم مرتبہ نہ دوسروں کے نسب میں مل جانے والا۔

اس پر جو بہت ہی کشادہ، عجیب حسن و شجاعت والا بھاری بھرکم گھرانے کا قابل تعریف سردار تھا۔

اس پر جو عالی خاندان روشن چہرہ۔ طرح طرح کے فضائل والا۔ قحط سالی میں لوگوں کا فریاد رس۔

اس پر جو اعلیٰ شان والا، ننگ و عار سے بری، سرداروں اور خادموں پر فضل

و کرم کرنے والا۔

اس پر جو بڑے علم والا اور سخی لوگوں میں ایک فرد دوسروں کا بوجھ اٹھانے والا سردار شیروں کے لئے پشت پناہ تھا۔

اگر کوئی شخص اپنی دیرینہ عزت و شان کے سبب ہمیشہ زندہ رہ سکتا تھا تو وہ اپنی فضیلت و شان اور دیرینہ خاندانی وقار کے سبب زمانے کی انتہا تک زندہ رہتا لیکن ہمیشہ کی زندگی کی طرف تو کوئی راستہ ہی نہیں جاتا“۔ (سیرت ابن ہشام)

عبدالمطلب پر بہت سے مرثئے کہے گئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ برّہ بنت عبدالمطلب۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب۔ اُمّ حکیم بنت عبدالمطلب۔ اُمیہ بنت عبدالمطلب۔ اروی بنت عبدالمطلب اور دیگر عرب شعراء۔

مرثیہ عہد رسالت میں

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ ہجرت کے دوسرے سال بدر کے مقام پر قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی جنگ ہوئی، اس جنگ میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ مکہ اور قبائلِ عرب میں بڑا ماتم کیا گیا لیکن سردارانِ مکہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص نہ ماتم کرے گا اور نہ مرثیہ کہے گا۔ کیونکہ اس سے مدینے کے مسلمان خوش ہوں گے۔ اسود بن عبدالمطلب کے دو لڑکے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی مسلمانوں کی قید میں تھے۔ ایک پوتا بھی قید تھا۔ لڑکوں کے نام زمعہ اور عقیل تھے۔ زمعہ کا لڑکا حارث تھا۔ اسود چیخ کر رونے کے لئے بےچین تھا لیکن قوم کے حکم کی وجہ سے اندر ہی اندر گھٹ رہا تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی۔ خود اندھا تھا

Presented by www.ziaraat.com

اس لئے کسی سے کہا کہ جا کر معلوم کر کیا رونے کی اجازت ہوگئی ہے؟ جانے والے نے واپس آ کر کہا ایک عورت رو رہی ہے۔ کیونکہ اس کا اونٹ گم ہوگیا ہے۔

اسود بے چین ہوگیا اور پھر اس نے بدر کے کافر مقتولوں اور قیدیوں پر پہلا مرثیہ کہا۔

کیا وہ اپنے ایک اونٹ کے کھو جانے پر رو رہی ہے اور بے خوابی اسے نیند آنے سے روک رہی ہے۔

اے عورت جوان اونٹ کے کھو جانے پر مت رو بلکہ بدر کے واقعے پر رو جس روز ہماری قسمت پھوٹ گئی۔

بدر پر رو۔ بنی ھصیص کے بہترین فرزندوں پر رو، بنی مخزوم پر رو اور ابوالولید کی جماعت پر رو۔ اور اگر تجھے رونا ہے تو عقیل پر رو اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔ اور ان سب پر رو۔ رونے سے کبھی نہ تھک اور ابوحکیمہ کا تو کوئی مدمقابل ہی نہ تھا''۔

جنگ بدر میں حضرت عبیدہ بن الحارث زخمی ہو کر شہید ہوگئے۔ ان کا مرثیہ حضرت کعب بن مالک انصاری نے کہا۔

اے آنکھ اپنے آنسوؤں سے سخاوت کر کہ ان کے لئے یہی مناسب ہے اور بخل اور کوتاہی نہ کر۔ ایسے سردار پر جس کی موت نے ہمیں نڈھال کر دیا۔ جو نسب اور جنگی کارناموں کی وجہ سے نہایت شریف تھا۔

پیش قدمی کرنے میں جری، تیز ہتھیار والا، بہترین قوتوں والا، تلاش اور تجربے کے بعد بھی بہترین ثابت ہونے والا۔

عبیدہ پر رو جو شام کو ایسی حالت میں ہوگیا ہے کہ ہم پر خوش حالی آئے یا بدحالی ہم اس سے کوئی اُمید نہیں رکھ سکتے، حالانکہ جنگ کی صبح وہ اپنی تلوار سے لشکر کی حمایت میں مصروف تھا''۔

جنگ بدر کی شکست کا انتقام لینے کے لئے قریش نے دوسری لڑائی مدینہ کے قریب احد کی وادی میں لڑی۔ اس جنگ میں لگ بھگ ستر صحابہ شہید ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخم آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بھی وحشی نام کے ایک حبشی غلام کے نیزے سے شہید ہوگئے۔

حضرت کعب بن مالک انصاری نے حضرت حمزہ اور شہدائے احد کا مرثیہ کہا۔ ''ہماری قوم کے مقتول جنت نعیم میں پہنچے ہیں جہاں آنے جانے کے دروازے بہت ہی خوبصورت ہیں۔

یہ اس لئے جنت میں پہنچے ہیں کہ انہوں نے وادئ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے اس وقت صبر واستقلال سے کام لیا جب اوس اور خزرج کے لوگوں نے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ نے اپنی تلواروں سے کفار کا جواب دیا تھا اور یہ سب مسلمان واضح اور روشن حق کی پیروی کر رہے تھے۔

حمزہ جب انہوں نے ہڈیوں کو کاٹ دینے والی تلوار سے وفاداری کا حق ادا کر دیا تو بنی نوفل کا وہ غلام (وحشی) ان کے مقابلے پر آیا جو سیاہ اونٹ کی طرح بلبلا رہا تھا۔ اس غلام نے شعلۂ آتش کی مانند نیزہ حضرت حمزہ کے سینے پر پھینک کر مار دیا۔ یہ ایسا شعلہ تھا جو بھڑکتی ہوئی جنگ کی آگ میں بہت زیادہ مشتعل ہو رہا تھا''۔

Presented by www.ziaraat.com

انہوں نے حق سے منہ نہ موڑا، یہاں تک کہ ان کی روح ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی جس کے نقش ونگار قابل فخر ہیں''۔

اے کافرو، یہ شہید مسلمان تمہارے ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے جہنم کے اس نچلے حصے میں اپنا ٹھکانہ بنایا جہاں چاروں طرف سے بندھے ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت تھا۔ بہت سے لوگ تو اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہوسکتا ہے۔ اس مشترکہ مصیبت کے وقت مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر مرثیے کہے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت کے کئی مرثیے ملتے ہیں۔ حضرت علی نے بھی مرثیہ کہا ہے،

حضرت حسان بن ثابت کہتے ہیں:

''تیری آنکھ کو کیا ہوگیا ہے جیسے کہ اسے نیند ہی نہیں آتی۔ اس ہادی ومہدی صلی اللہ علیہ وسلم پر آہ وبکا کرنے کی وجہ سے جو اپنے ٹھکانے پر چلا گیا ہے، اے وہ ہستی جس نے اس زمین کو چل کر بار بار روندہ ہے تجھ سے دور نہ ہو۔

میرا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی سے بچائے۔ افسوس، کاش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی جنت البقیع میں دفن کردیا گیا ہوتا۔

اس ہدایت یافتہ نبی پر میری ماں باپ قربان، جس کی وفات دوشنبہ کو میرے سامنے ہوگئی۔ اس لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حیران وششدر ہوں اور ادھر ادھر دیکھتا پھرتا ہوں۔ اے کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر مدینہ میں لوگوں کے درمیان رہ

سکوں گا۔ اے کاش صبح صبح کالے ناگوں کا زہر پلا دیا گیا ہوتا۔

یا آج کی شام یا کل شام اللہ کا حکم میرے لئے نازل ہوجائے۔ پھر ہمارا وقت آجائے اور ہم اس پاک وطیب ہستی سے جاکر مل جائیں جس کی فطرت خالص اور جس کی اصل شریف ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ کی وفات پر ان کے شوہر حضرت علی نے مرثیہ کہا:

''میں دیکھتا ہوں کہ دُنیا کی بیماریوں اور مصائب نے مجھے چاروں طرف سے آگھیرا ہے۔ ہر ملاقات کے بعد دوستوں میں جدائی ضروری ہے۔ اور وہ زمانہ جو جدائی کے بعد ہوتا ہے وہ مختصر ہوتا ہے۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہؑ کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا''۔

حضرت فاطمہ زہرہ نے رسول اللہ کی وفات پر مرثیہ کہا ''جو شخص احمد کی تربت کی مٹی ایک بار سونگھ لے اس پر لازم ہے کہ پھر کبھی خوشبو نہ سونگھے۔

مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہوجاتے۔ افق غبار آلود ہوگیا۔ سورج لپیٹ دیا گیا اور زمانہ تاریک ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین غمگین وحزیں ہوگئی۔ چاہے آپ مشرق ومغرب کے رہنے والے ہوں، چاہے اہل مصر اور اہل یمن۔ سب کو چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آنسو بہائیں۔

اے ختم رُسل صلی اللہ علیہ وسلم جس پر قرآن اُترا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

اس طرح عہد جاہلیت کے مرثیہ کی ادبی روایت، عہد رسالت میں برقرار

Presented by www.ziaraat.com

رہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی برقرار رہی۔

(تمام حوالے سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہیں، صرف حضرت علی کا مرثیہ، عبدالرؤف عروؔج کی کتاب اُردو مرثیہ کے پانچ سو سال سے لیا گیا ہے)

وصال نبوی کے بعد تاریخ اسلام میں کربلا کا اہم واقعہ پیش آیا۔ ایسا واقعہ جس نے پوری دُنیائے اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور پچھلے چودہ سو سال میں اس کی اہمیت کبھی کم نہیں ہوئی ہے۔ اس واقعے سے مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی زندگی پر بھی گہرا اثر پڑا۔ کربلا کے نام پر کتنی ہی تحریکیں چلائی گئیں اور کتنی ہی حکومتیں بنتی اور بگڑتی رہیں۔ اس وقت میرا موضوع اُردو شاعری میں مرثیہ کی اہمیت پر ایک نظر ڈالنا ہے۔ اس اہمیت پر جس کا تعلق صرف شاعری سے ہے۔

اُردو میں مرثیہ نگاری

اُردو عربوں کی زبان نہیں ہے۔ ایرانیوں، ترکوں اور افغانوں کی بھی زبان نہیں ہے۔ یہ قومیں مشترکہ مذہب اسلام کی ماننے والی تھیں لیکن ان کی زبان ایک نہیں تھی۔ ان کے اپنے قومی مراسم بھی الگ الگ تھے۔ جنہیں اسلام نے صرف اس حد تک روک دیا تھا جس سے شرک اور کفر اور بداخلاقی کا تعلق تھا۔ یہ زبانیں اور ان کے ساتھ ہندوستان کی مقامی زبانیں سب ملکر ہندوستان کی انتظامیہ اور قومی حکومت کی ضرورت بن گئیں۔ یہاں غلام خاندان کی ہندوستانی حکومت میں حکمراں طبقے کا تعلق ترکوں اور افغانوں سے تھا۔ افغانوں کا وہ علاقہ جو فارسی بولتا تھا غلام خاندان میں اہمیت رکھتا تھا۔ حکومت کی روزمرہ کی زبان ترکی اور فارسی سے ملی جلی زبان تھی۔ فارسی غالب تھی لیکن روزمرہ کے استعمال میں ترکی کے ہزاروں الفاظ فارسی میں شامل ہوتے چلے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی

مذہبی تقاریب اور عبادات کے سلسلے سے عربی کے الفاظ اور تراکیب بھی روزمرہ کی زندگی کا جز بن گئے تھے۔

حکومت کے ساتھ ہندوستان میں رہنے والوں کو بھی حکمراں طبقے میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ انتظامیہ اور فوجی زندگی میں مقامی زبانیں جاننے والے ہندوستانی بھی داخل ہوئے۔ اس طرح اعلیٰ طبقے میں ترکی، فارسی، عربی اور ہندوستانی مقامی بولیوں کا اتصال ہوا۔ بنیادی طور پر ادبی زبان فارسی رہی لیکن بازار اور ضرورت کی زبان ایسی بن گئی جس کا سمجھنا کسی خالص ایرانی کے لئے مشکل تھا۔ یہی زمانہ ہے جب فارسی ادیبوں نے یہ فیصلہ دے دیا تھا کہ ہندوستان کے فارسی داں فارسی زبان کے طفل مکتب ہی سمجھے جاسکتے ہیں۔ ان کی ادبی اہمیت کو (فارسی میں) تسلیم کرنے کے لئے سخندان فارس تیار نہیں تھے۔ سبب یہی تھا کہ ہندوستانی فارسی کا چہرہ اتنا بدل گیا تھا کہ ایرانی اسے پہچاننے میں دقت محسوس کرتے تھے۔

یہ بدلتا ہوا چہرہ جب افغانی سرداروں سے اور دور ہٹا اور تازہ دم فارسی اور ترکی اور پشتو اور پنجابی زبان کے ادیبوں اور زبان دانوں سے دور ہو کر ہندوستان کے جنوبی اور مشرقی علاقوں میں چلا گیا تو فارسی، ترکی اور پشتو اور شمالی ہندوستان کی مقامی بولیوں کے الفاظ اور تراکیب کا اثر اور کم ہوتا چلا گیا۔ جنوب میں دکھنی زبانوں نے شمالی ہند کی زبان پر دھاوا بولا اور پورب میں اودھ بہار اور بنگال کی زبانوں کا غلبہ ہوا۔ ادبی تاریخ میں یہ نئی زبان کب لکھی گئی اگر اس کا تعین ہو سکے تو ہم اس کا نام اُردو رکھ کر اُردو کی صحیح تاریخ لکھ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والی عربی سے ہندوستان کی سندھی اور راجستھانی اور کشمیری کا

Presented by www.ziaraat.com

پہلا اتصال ۹۳ھ سے شروع ہوگیا تھا لیکن اس طرح عربی کی جو صورت بگڑی تھی وہ بول چال سے آگے بڑھ کر تحریر میں نہیں آئی اور جب تک کوئی زبان تحریر میں نہیں آتی اس وقت تک اس کی کوئی تاریخ نہیں ہوتی۔

یہ بولی جانے والی غیر عربی اور غیر ہندوستانی زبان ۱۰۰۸ء-۳۹۹ھ سے محمود غزنوی کے آخری حملے تک ملتان سے راجستھان کی سرحدوں تک بولی جاتی رہی ہوگی لیکن غزنوی کے حملوں کے بعد نئی زبانیں۔ ترکی پشتو، فارسی اور عربی کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا۔ وہ کشمیر سے ہوتی ہوئی موجودہ ہماچل پردیش سے اتر کر متھرا کے پاس سے سیدھی کالنجر سے دہلی ہوکر گجرات کے شہر سومناتھ تک جاکر سیدھی شمال میں پنجاب ہوکر غزنی چلی جاتی ہیں۔

غزنوی کے حملے کے بعد ایک سو سال تک یہ زبان لاہور کے ذریعہ سے شمالی ہندوستان میں ترسیل ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ شہاب الدین غوری کے فارسی اور پشتو بولنے والے سپاہی لاہور سے آگے نکل جاتے ہیں اور تیر کی طرح راجستھان میں اجمیر تک اور اجمیر سے قنوج، لکھنؤ اور متھرا ہوتے ہوئے دہلی کو مرکز بنالیتے ہیں۔ (1192- سے ۱۱۹۴تک)۔

غوری کے بعد اس کے غلام جانشین قطب الدین ایبک نے دہلی کو ہندوستان کی پہلی راجدھانی بنا کر جنوب میں رائے سین تک اور مشرق میں بنگال تک اپنی حکومت اور زبان کو پھیلا دیا۔

اس پورے دور میں تمام دیسی زبانیں ایک دوسرے میں شامل ہوتی رہیں۔ بازاروں اور روزمرہ کی ضرورتوں میں مشترکہ زبان اپنا فرض انجام دیتی رہی لیکن تحریر یا ادب یا دربار یا عبادت میں اس کو کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔

اسی زبان کو ہم تحریری صورت میں سب سے پہلے دکن میں دیکھتے ہیں۔ یہ فارسی رسم الخط میں لکھی گئی اور اس کے لئے اس دور کی سبھی زبانوں کے اصلی اور بگڑے ہوئے الفاظ ملا کر ایک زبان بنائی گئی اور اس زبان کا نام ''دکنی'' رکھا گیا۔ یہ زبان دکن کے سبھی باشندے بولتے تھے اور خیال کا یہی ذریعہ بن گئی تھی۔ مقامی زبانیں بھی زندہ رہیں کیونکہ انہیں فنا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی لیکن مشترکہ زبان دکنی سبھی کے اظہار خیال اور آپسی لین دین کا ذریعہ تھی۔

ہمارے موضوع کی مناسبت سے یہ بہت اہم ہے کہ جیسے ہی اس نئی زبان نے آنکھیں کھولیں اور اس بچّی کی زبان پھوٹی اس نے مرثیے کو اپنا موضوع بنالیا۔ ہمارے پاس سب سے پہلا مرثیہ ایک نظم کی صورت میں موجود ہے۔ جو اشرف نے بہمنی حکومت کے زمانے میں ''مثنوی نوسرہار'' کے نام سے ۱۵۰۳ء میں کہی ہے۔ یہ واقعات کربلا پر ایک نظم ہے لیکن ہم مرثیہ کی تعریف میں جس کلام کا ذکر کرسکتے ہیں وہ گولکنڈہ کے حکمراں محمد قلی قطب شاہ (۱۵۵۰ء) کا دیوان ہے جس میں واقعاتِ کربلا پر براہِ راست مرثئے لکھے گئے ہیں۔ اس وقت دکنی زبان جو اردو کی ابتدائی تحریری زبان ہے اس طرح بولی اور لکھی جاتی تھی۔

قلی قطب شاہ کے مرثئے کا نمونہ۔

''دو جگ'' اماماں دُکھ تے، سب جیو کرتے زاری ہائے ہائے۔
تن روں کی کڑیاں جان کر کرتی ہیں خواری ہائے ہائے۔

اسی دور میں دوسرے شاعر ملا وجہی دکنی ہیں، لکھتے ہیں۔

حسینن کا غم کرو عزیزاں
رنجو میں سوں جھڑو عزیزاں

Presented by www.ziaraat.com

بنا جو اوّل ہے غم کا
عرش لگن مہور دھرت ہلایا''

خواصیؔ دکنی نے لکھا۔

دستانیں کروں کیا بیاں کربلا کا
پھرتا ہوں، زار ہوں میں حیراں کربلا کا
خواصیا معطر عالم کو سب کیا ہے
گویا یہ مرثیہ ہے ایمان کربلا کا

نصرتی لکھتا ہے۔

یہ ساقی کوثرا ہے جنت کی طرف رہبرا ہے
دامادِ پیمبرا ہے، ہوازسوں سہ نار کا
رونا مور خیرالنساء خاتونِ جنت فاطمہ
ہر حور جس خدمت کرے لے بھیں خدمت گار کا

قطب شاہ وجہی، خواصیؔ، نصرتی اور ان کے دوسرے، ہم عصر شعراء کا زمانہ ۱۰۰۱ھ سے ۱۱۰۰ھ تک ہے لیکن جب ہم ۱۱۰۱ھ کے بعد کے دکنی شعراء کے مرثیوں کی زبان دیکھتے ہیں تو وہ ترقی یافتہ اُردو کی طرف کئی قدم آگے بڑھ چکی ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تقریباً پچاس سال بعد دورِ عادل شاہی میں ایک مرثیہ گو مرزاؔ ہوا ہے جس نے شہدائے کربلا کی عظمت کے بیان میں اپنی ساری زندگی اور صلاحیت صرف کردی۔ اس نے نعت بھی کہی، منقبت بھی اور مراثی بھی۔ بزرگانِ دین کے علاوہ کسی کے لئے شعر کہنا وہ اپنے مرتبے کے خلاف سمجھتا تھا،

اس کا مرثیہ سننے کے لئے ہزاروں افراد جمع ہو جاتے تھے اور وہ جوشِ خطابت میں فی البدیہہ شعر کہنے لگتا تھا۔ اس کے مرثیوں میں تسلسل کے ساتھ ساتھ زبان میں بھی کسی حد تک روانی آ گئی ہے، کہتا ہے۔

حُر یوں بولے کے اے مردود دُنیا ہیچ ہے
اس طمع اور اس طلب کے بیچ میں کئی پیچ ہے
تو نہ پڑ دھوکے میں دُنیا قلزمِ خوں ناب ہے
موج نمنے ہو کنارے یو طلب گرداب ہے
مصطفٰے کی آل کی کشتی میں کیوں دیوے حذر
مصطفٰے ایسا معلم ہوئے جس کشتی اوپر

اس دور کے دوسرے شعراء فرماتے ہیں۔

محشر میں جب محمد شاہِ زمن اٹھیں گے
سب انبیائے مرسل پر غم حزن اٹھیں گے
حیدر علی لہو سو آلود تن اٹھیں گے
بہتے لہو کی ہلکاں ہیہے ہے حسن اٹھیں گے
(امامی دکنی)

آج پر خوں کفن ترا اصغر
آج سوکھا دہن ترا اصغر
لال ہے گل بدن ترا اصغر
حیف یو بال پن ترا اصغر
(ہاشم علی)

غم سوں ہے بے قرار میرا دل

Presented by www.ziaraat.com

ناسخ، میر، مصحفی، جرأت، غلام حسین ضاحک اور فقیر محمد خان گویا نے مرثیئے کے موضوع کو وسعت عطا کی۔ ان استادوں کی سنواری اور آراستہ کی ہوئی اُردو اور مرثیئے کی زمین کو یکایک لکھنؤ کے مرثیہ گو شعراء نے آسمان بنا دیا۔ میاں دلگیر میر ضمیر، مرزا فصیح، میر خلیق اور میر حسنؔ نے مرثیئے کو جو نیا رنگ دیا تھا اسے میر انیس اور مرزا دبیر نے اُردو شاعری کے گلستان میں ایک خوشنما اور ہر طرح سے آراستہ چمن میں تبدیل کر دیا۔ یہاں اُردو زبان نے اظہارِ خیال کی طاقت میں دُنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں کو مقابلے کی دعوت دی اور یونان کی رزمیہ شاعری سے لے کر شاہ نامہ فردوسی، مہابھارت اور رامائن کی حریف بن کر کھڑی ہوگئی۔

میر خلیق وضمیر کا نام مرثیہ نگاری میں ہمیشہ یادگار رہے گا، ان عظیم شاعروں نے مرثیئے کو ایک نیا اور تاریخی موڑ دیا اور مرثیئے کے اجزائے ترکیبی کا آغاز کیا جس نے مرثیئے کی خوبیوں کو تواتر کے ساتھ ابھرنے کا موقع فراہم کیا۔

اجزائے ترکیبی میں چہرہ، رخصت رجز، رزم، وصف نگاری، شہادت اور بین کو شامل کیا جاتا ہے۔

سراپا چہرہ

مرثیئے کی ابتداء میں شاعر، باغ کی بہار، صبح کا بیان، منظر نگاری، دریا کی روانی، سبزے کی لہلہاہٹ، پھولوں کی خوشبو، گرمی کا بیان، جاڑے کی ٹھنڈک نسیم سحری کے جھونکے، جھرنوں کی مترنم آوازیں وغیرہ کا بیان کرتا ہے۔

رخصت: مرثیئے کی اس منزل میں مقابل اپنے حریف سے مقابلہ کرنے جاتے وقت بزرگوں سے اجازت لیتا ہے۔

رجز: اس مقام پر سپاہی اپنے بزرگوں کی عظمت اور اپنی خاندانی

شجاعت بیان کرتا ہے تاکہ دشمن مشتعل ہو کر خوفزدہ ہو جائے۔

رزم: یہاں شاعر میدانِ جنگ کی منظر کشی کرتا ہے۔

وصف نگاری: وصف نگاری میں شاعر تلوار اور گھوڑے کی تعریف میں اشعار کہتا ہے۔

شہادت: یہاں شہید کی خصوصیات اس کی پریشانیاں اور مصائب بیان کیئے جاتے ہیں۔

بین: بین مرثیئے کا سب سے اہم حصہ ہے۔ اس میں شہدائے کربلا کے مصائب بیان کر کے سامعین وقارئین کو رلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اتنی اصلاح وترقی کے بعد مرثیہ ایک موضوع نہیں رہا بلکہ ایک دبستان ہو گیا جس کے اندر سیکڑوں انداز سے آفتاب طلوع ہو رہا تھا، غروب ہو رہا تھا، پانی بند تھا، بہہ رہا تھا، موجیں مار رہا تھا، پانی پانی ہو رہا تھا، صحرا کی تپتی ہوئی دوپہر تھی، راتوں کی پرکیف ہوا تھی۔ سہرے بندھ رہے تھے، مہندی لگ رہی تھی، خون کے دریا بہہ رہے تھے، تلوار اپنے جوہر دکھا رہی تھی۔ گھوڑے ٹاپیں مار رہے تھے۔ تیر سنسنا رہے تھے، نیزے چمک رہے تھے، زرہ پارہ پارہ ہو رہی تھی۔ خود کٹ کر گر رہے تھے۔ زندگی کی کوئی قیمت نہ تھی۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ جیداری اور شجاعت تھی اور تسلیم ورضا تھی، رزم کے لرزہ دینے والے مناظر تھے۔ بزم کے سکونِ قلب عطا کرنے والے کردار تھے۔ یعنی مرگ وحیات وکائنات کے تمام مسائل کو مرثیئے نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔

زبان اور مرثیئے کی اس بلندی پر اُردو زبان کو ناز تھا، مگر انیسؔ اور دبیرؔ مرزا

Presented by www.ziaraat.com

عشق اور میرزا تعشق کی زبان اور واقعاتِ کربلا کو بیان کرنے کے بے مثال انداز ہی کو معیار بنایا جائے تو اُردو زبان دُنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان کے مقابلے میں پیش کی جاسکتی ہے...... لیکن آسمان ادب پر ایک نیا ستارہ طلوع ہوا اور دُنیا نے اسے جوشؔ ملیح آبادی کے نام سے پہچانا۔ اس شاعر رومان نے شاعری کی ابتداء کی تو مرثیئے کو روحِ ثریا عطا کرنے کے لئے قلم اٹھایا۔ اب مرثیہ واقعات کی حدود کو توڑ کر انقلاب اور عمل کی حدوں میں داخل ہوگیا۔ جوشؔ نے مرثیئے کو ایک پیغام بنا کر پیش کیا۔ انہوں نے ہر محب اہل بیت اور کلمہ گو کو حسین بن کر عصر حاضر کے یزیدوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے للکارا۔ حضرت حسین کے پیغام کو ہر مسلمان کے دل میں اتار دینے کے لئے انہوں نے اپنے عنفوانِ شباب میں بھی مرثیہ کہا اور اپنی شامِ زندگی کے آخری ایام ۱۹۸۲ء میں بھی مرثیہ کو اپنے پیغام اور نظریات کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔

مرثیہ نگاری کے سلسلے میں ہمارے ناقدین نے جو رائے قائم کی ہے، جوشؔ کے مرثیئے اُن سے بالکل مختلف ہیں، جوشؔ کردارِ حسین اور کربلا کے واقعات سے انیس اور دبیر دونوں سے بالکل مختلف معنی ومفاہیم اخذ کرتے ہیں، جوشؔ کے خون میں اپنے بزرگوں جیسی اسلامی حرارت ہے، افغانوں جیسا طوفان وہیجان ہے اور انسانوں جیسا انسانی جذبہ ہے۔ وہ حضرت حسین کی قربانی سے انقلاب اور ظالم حکمرانوں کے خلاف طبل جنگ بجادینے کا بنیادی سبق پڑھتے بھی ہیں اور پڑھاتے بھی ہیں، یزیدی قوتوں کے خلاف حسین کی خدائی آواز، ان کے لئے بشارت ہے جسے بیان کرنے میں وہ کہیں بھی نرم گفتاری سے کام نہیں لیتے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جوشؔ جیسے ہی مرثیہ کہنے بیٹھتے ہیں ان کا چہرہ غصے میں سرخ

ہو جاتا ہے اور وہ کربلا کے ظالموں اور ان ظالموں کی پشت پر کارفرما طاقتوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ حسین کے غم میں وہ دل وجان سے شریک ہوتے ہیں اور اس غم میں کسی قسم کی عیاری اور مکاری کو پسند نہیں کرتے۔ جوشؔ نے حسین کو منارۂ اسلام کی طرح قبول کیا ہے اور اس منارے کی بلندی کو وہ تا ابد قائم رکھنا چاہتے ہیں تاکہ آنے والی نسلیں حسین کے عزم اور قربانی، صداقت اور شجاعت سے سبق حاصل کرتی رہیں۔

جوشؔ کا یہی وصف انہیں دوسرے مرثیہ نگاروں سے ممتاز بھی کرتا ہے اور مرثیئے کے نئے میدان کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ جوشؔ بین کے مخالف نہیں ہیں لیکن مرثیئے کے لئے بین کو لازمی نہیں سمجھتے۔ حضرت حسین کو کربلا میں جن حالات سے دوچار ہونا پڑا، وہ داستانِ غم ایسی نہیں ہے کہ انسانی قلب وجگر اس سے متاثر نہ ہو، جوشؔ بھی اُن حالات سے متاثر ہوتے ہیں لیکن وہ فوراً ہی سنبھل کر ان قوتوں کے خلاف صف آرا ہونے کا سبق پڑھاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی روح میں حضرت حسین کا وہ مقصد موجزن ہے جس کے لئے انہوں نے اپنے اہل خاندان کے ساتھ اتنی بڑی قربانی پیش کی ہے۔ وہ حسین کی داستانِ شہادت سن کر آنسو بہانے والوں کو بھی خبردار کرتے ہیں اور ''ذاکر'' کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''ذاکر، واقعاتِ کربلا کو صحت وعدم صحت سے بے نیاز ہو کر اور روحِ شہادت امام سے بیگانہ رہتے ہوئے ماہِ محرم کی مجلسوں میں محض اس لئے بیان کرتا ہے کہ سامعین روتے روتے بیہوش ہو جائیں، اس شدت کے ساتھ رلانے کی اچھی طرح مول تول کر کے فیس بھی لیتا ہے، شہید اعظم کی قربانی کے مغز اور روح

Presented by www.ziaraat.com

کو خلقت کی نظروں سے بصد ہزار اہتمام مخفی رکھتا ہے۔ حق کی طرف ملتفت نہیں ہوتا اور باطل سے بے حد ڈرتا ہے"۔

اس طرح جوشؔ اپنے پیش رو مرثیہ نگاروں سے بالکل جدا اور مختلف نظر آتے ہیں۔ وہ اس بات کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ غم حسین کی مجلسیں تفریح کا سامان بن کر رہ جائیں اور مقصدِ حسین کو میلوں ٹھیلوں کی نذر کر دیا جائے، ان کی نظم "متولیانِ وقفِ حسین آباد سے خطاب" اس امر کو بخوبی بیان کرتی ہے، فرماتے ہیں:

"آٹھویں کے چراغاں کی یہ ایک شرمناک و غلامانہ خصوصیت ہے کہ اس شب کا "کھیل تماشا" صرف "صاحب لوگوں" کے لئے مخصوص ہوتا ہے جو اپنے اپنے محبوبوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اِدھر سے اُدھر قہقہے مارتے پھرتے ہیں۔

اس دن کسی ہندوستانی کو امام باڑوں میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ صرف بعض ممتاز ہندوستانیوں کو پاسوں سے سرفراز کیا جاتا ہے البتہ صرف ہندوستانی اس شرط سے داخل ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنے ہندوستانی لباس کو ترک کر کے انگریزی لباس میں آئیں"۔

اس جدید فکر و خیال کے ذریعہ سے جوشؔ نے مرثیئے میں ایک انقلاب پیدا کیا ہے، ان کا وصف یہ ہے کہ وہ مرثئے کو انگریزوں اور باطل قوتوں کے خلاف بھی استعمال کرنا چاہتے ہیں، وہ شاہی کے مخالف ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کو انسانیت کی بیماری اور موت تصور کرتے ہیں۔ جوشؔ کی فکر اور ان کے موقف کو اُجاگر اور واضح کرنے کے لئے میں نے "کلیات" میں "ذاکر سے خطاب" اور

"متولیانِ وقفِ حسین آباد سے خطاب" جیسی نظمیں بھی شامل کر دی ہیں۔

جوشؔ فرماتے ہیں "مرثیوں سے ہمیشہ آنسوؤں اور آہوں کا کام لیا گیا ہے اور کسی ایک مرثیہ گو نے بھی اس جانب توجہ مبذول نہیں کی ہے کہ حسین کے کردار کو پیش کر کے مومنین کو یہ سبق دے کہ دیکھو اگر تم حسینی ہو تو خبردار باطل کی طاقت کے سامنے کبھی سر نہ جھکانا اور فرمانروایانِ دہر کو خاطر میں نہ لانا"۔

جوشؔ خطابت کے بادشاہ ہیں۔ انہوں نے اپنے مرثیوں میں خطیبانہ انداز اختیار کر کے تکرار و زبان و بیان کے ذریعہ اپنی بات قاری کے دل و دماغ میں پیوست کر دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی لئے ان کے کلام میں وہ نزاکت اور لطافت نہیں ہے جس کے لئے انیسؔ یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جوشؔ انیسؔ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں، اک پھول کے مضمون کو سو رنگ سے باندھنے کا انداز، استعارے کی اہمیت، لفظوں کی نشست اور میر انیس کا اندازِ بیان جوش کے مرثیوں کی روح ہے لیکن ان کی ایک مخصوص فکر و زبان ہے۔ جوشؔ کے یہاں گھوڑے کا بیان، تلوار کی کاٹ، میدانِ جنگ کے مناظر، مستورات کی دشواریاں پیاس کی شدت، دشمنوں کی یلغار اور بچوں کی چیخ و پکار کے مناظر انیسؔ جیسی تفصیلات کے ساتھ نہیں ہیں۔

جوشؔ نے امام حسین کو مستقبل اور آئندہ نسلوں کے لئے منارۂ روشن تسلیم کیا ہے، فرماتے ہیں۔

چمکے گا تیری فکر سے ہر گوشۂ جمال
لائے گا تو خیال کے موسم میں اعتدال
انساں کے ذہن میں ہیں جو اشکالِ ذوالجلال
اک تو ہی لا سکے گا ان اشکال پر زوال

Presented by www.ziaraat.com

یہ تو کہے گا جلوہ بجز واہما نہیں
جو دیکھنے میں آئے وہ بت ہے خدا نہیں

اے صدق کے محیط، حقائق کے آبشار
اے حق کے بادشاہ، معارف کے تاجدار
اے علم کے خدیو، تفکر کے شہریار
نوعِ بشر کو فکر وعمل کی طرف پکار
ہاں صبحِ زندگی کی شفق ہے ترا وجود
ایفائے عہد رحمتِ حق ہے ترا وجود

جوش کے مرثیئے نہ تو عبادت ہیں نہ بخشش کا ذریعہ، ان کے پیشِ نظر ایک مقصد ہے، صحت مند وتوانا زندگی کے لئے ایک راستے کی تلاش ہے، یہ راستہ انہوں نے شہادتِ حسین علیہ السلام میں تلاش کرلیا ہے، جس پر چل کر بنی نوعِ انسان اپنی اس منزل تک پہنچ سکتا ہے، جس کی نشاندہی خدائے تعالیٰ نے کی ہے، یہی سبب ہے کہ جوش اپنے مرثیوں میں ذاتِ خداوندی، رسولِ خدا اور حضرت علی شیر خدا کے ذکر سے بھی غافل نہیں رہتے۔ وہ اپنی بات کو تکرار کے ساتھ تواتر کے ساتھ اور تسلسل کیساتھ بیان کرتے ہیں، جگہ جگہ ان کا انداز معلمانہ ہوجاتا ہے تاکہ قارئین ان کی بات کو سمجھ سکیں۔

''کلیاتِ مراثی جوش''، میں جوش کے مرثیوں کا تفصیلی جائزہ مقصود نہیں ہے بلکہ تعارف کے طور پر چند کلمات سپردِ قلم کئے جارہے ہیں۔ اس کتاب سے قبل محترم ضمیر اختر نقوی نے ''جوش ملیح آبادی کے مرثیئے' عنوان سے ایک کتاب

ترتیب دے کر ایک اہم خدمت انجام دی ہے اور جوش کے مراثی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

کلیات میں جوش کی مطبوعہ کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ مرثیوں کو نقل کرنے میں دشواری یہ پیش آئی ہے کہ جوش صاحب مرحوم نے مرثیوں میں جگہ جگہ تبدیلی کردی ہے کہیں لفظ تبدیل کردیئے ہیں، کہیں مصرعے بدل دیئے ہیں کہیں بند غائب کردیئے ہیں اور کہیں نئے بند شامل کردیئے ہیں جس کی وجہ سے قارئین کو دشواری ہوسکتی ہے، مثال کے طور پر اگر آپ ''موجد ومفکر'' کا وہ نسخہ دیکھیں گے جو لکھنؤ سے شائع ہوا تھا اور پھر ''الہام وافکار'' میں ''موجد ومفکر'' کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو واضح فرق نظر آئے گا۔

مختصر یہ کہ وہ مرثیہ جو اشرف دکنی کی نظم ''نوسرہار'' سے یا عبداللہ قطب شاہ کے دیوانوں سے شروع ہوا تھا ۱۹۸۲ء میں حضرت جوش ملیح آبادی مرحوم کی وفات کے وقت اپنے عروج پر ضرور نظر آتا ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ ارتقاء کا یہ دور کب ختم ہوگا۔ جوش کے بعد اُردو شاعری اور مرثیئے کا میدان بہ ظاہر خالی ہے لیکن انسانی زندگی کے ارتقائی عمل کی طرح زبان اور شاعری کا ارتقائی عمل بھی رک نہیں سکتا۔

ڈاکٹر عصمت ملیح آبادی
اُردو منزل۔ ملیح آباد۔ لکھنؤ

Presented by www.ziaraat.com

ذاکر سے خطاب

ہوشیار اے ذاکر افسردہ فطرت! ہوشیار
مردِ حق اندیشہ، اور باطل سے ہو زار و نزار
ضعف کا احساس، اور مومن کو، یہ کیا خلفشار
لافتیٰ الا علی، لا سیف الا ذوالفقار

جو حسینی ہے، کسی قوت سے ڈر سکتا نہیں
موت سے ٹکرا کے بھی ساونت مر سکتا نہیں

تو نہیں روحِ شہیدِ کربلا سے بہرہ مند
تیرے شانوں پر تو زلفِ بزدلی کی ہے کمند
سخت استعجاب ہے اے پیشہ ور ماتم پسند
پیروِ ضیغم کے سینے میں ہو قلبِ گوسفند

ننگ کا موجب ہے یہ اہل وغا کے واسطے
یوں نہ ماتم کر شہیدِ کربلا کے واسطے

مانعِ شیون نہیں میرا پیام مستقل
گریہ فطری شے ہے، دشمن پر بھی بھر آتا ہے دل
دل نہیں پتھر ہے مولیٰ پر نہ ہو جو مضمحل
گریۂ مومن سے ہے تزئینِ بزمِ آب و گل

کون کہتا ہے کہ دل کے حق میں غم اچھا نہیں
پھر بھی شغلِ گریہ نصب العین بن سکتا نہیں

ہاں میں واقف ہوں کہ آنسو ہے وہ تیغ آبدار
سنگ و آہن میں اتر جاتی ہے جس کی نرم دھار
ہے مگر مردانگی کو ان خنک اشکوں سے عار
جنکے شیشوں میں نہ غلطاں ہوں شجاعت کے شرار

اشک، بے سوز دروں پانی ہے، ایماں کی قسم
قلب شبنم پر شعاعِ مہر تاباں کی قسم

سوچ تو اے ذاکرِ افسردہ طبع نرم خو
آہ تو نیلام کرتا ہے شہیدوں کا لہو
تاجرانہ مشق ہے مجلس میں تیری ہاؤہو
فیس کا دریوزہ ہے منبر پہ تیری گفتگو

عالم اخلاق کو زیر و زبر کرتا ہے تو
خونِ اہلِ بیت میں لقمے کو تر کرتا ہے تو

Presented by www.ziaraat.com

حرص نے تجھ کو سکھایا ہے دنائت کا سبق
کربلا کے ذکر میں لیتا نہیں کیوں نام حق
چشمۂ دولت ہے تیرا سیلِ اشکِ بے قلق
خون کی چادر سے سونے کے بناتا ہے ورق

خانۂ برباد ہے دولت سرا تیرے لئے
اک دفینہ ہے زمینِ کربلا تیرے لئے

کیا بتاؤں کیا تصور تو نے پیدا کر دیا
غیرتِ حق کو بھلا کر، حق کو رُسوا کر دیا
کربلا و خونِ مولیٰ کو تماشا کردیا
''آبِ رکناباد'' و بستانِ'' مصلیٰ کر دیا

مشقِ گریہ، عیش کی تمہید ہے تیرے لئے
عشرۂ ماہِ محرم، عید ہے تیرے لئے

سوچ تو کچھ جی میں اے مشتاقِ راہ مستقیم
مومنوں کے دل ہوں اور داماندۂ امید وبیم
شدتِ آہ وبکا سے دل ہوں سینوں میں دونیم
کیوں، یہی لے دے کے تھا کیا مقصدِ ذبحِ عظیم؟

خوف ہے قربانیٔ اعظم نظر سے گر نہ جائے
ابنِ حیدرؑ کے لہو پر، دیکھ، پانی پھر نہ جائے

سازِ عشرت ہے تجھے ذکرِ امامِ مشرقین
ڈھالتا ہے تیرے سکّے، بستگانِ غم کا بین
تیری دار الضرب ہے اہل عزا کا شور وشین
سر جھکا لے شرم سے اے تاجرِ خونِ حسینؑ

ذہن میں آتا ہو جس کا نام تلواروں کے ساتھ
اس کا ماتم اور ہو سکوں کی جھنکاروں کے ساتھ

غم کے سکے بہر زرتا کے بٹھائے جائیں گے؟
کب تک آخر ہم پۓ عشرت رلائے جائیں گے؟
دام پر تا چند یوں دانے گرائے جائیں گے؟
آنسوؤں سے تا کجا ''موتی'' بنائے جائیں گے

بہر لقمہ تابہ کے منبر پہ منھ کھولے گا تو؟
تا کجا پانی کے کانٹے پر لہو تولے گا تو؟

کربلا میں اور تجھ میں اتنا بُعد المشرقین
اس طرف شورِ رجز خوانی، ادھر لے دے کے بین
اس طرف تکبیر، ادھر ہنگامہائے شور وشین
اس طرف اشکوں کا پانی، اس طرف خونِ حسین

وہ تھی کس منزل میں، اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

Presented by www.ziaraat.com

کربلا سے واقفیت بھی ہے مردِ منفعل ؟
کربلا درپردہ بشاش، اور بہ ظاہر مضمحل
جس کی رفعت سے بلندی آسمانوں کی خجل
جسکے ذروں میں ڈھڑکتے ہیں جواں مردوں کے دل

خندہ زن ہے جس کی رفعت گنبدِ افلاک پر
مہر تکمیل نبوت ثبت ہے جس خاک پر
جسکے ہر ذرّے میں غلطاں ہیں ہزاروں آفتاب
خار کی نبضوں میں جاری ہے جہاں خونِ گلاب
جسکے خار وخس میں ہے خوشبوئے آلِ بوترابؑ
کربلا! تاریخ عالم میں نہیں تیرا جواب

کربلا! تو آج بھی قائم ہے اپنی بات پر
مہر اب بھی سجدہ کرتا ہے ترے ذرات پر
اے چراغ دودمانِ مصطفےٰؐ کی خواب گاہ
تیرے خار وخس پہ ہے تابندہ خونِ بے گناہ
تیری جانب اٹھ رہی ہے اب بھی یزداں کی نگاہ
آرہی ہے ذرّے ذرّے سے صدائے لاالٰہ

اے زمیں! خوش ہو کہ تیری زیب وزینت ہے حسینؑ
تیرے سناٹے میں محوِ خواب راحت ہے حسینؑ

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا، وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا، وہ حسینؑ
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا، وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے، پھر کچھ بھی نہ کھویا، وہ حسینؑ

مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کر دیا
نطق جس کا نغمۂ سازِ پیمبر، وہ حسینؑ
تھا جو شرحِ مصطفےٰ، تفسیرِ حیدرؑ، وہ حسینؑ
تشنگی جس کی جوابِ موجِ کوثر، وہ حسینؑ
لاکھ پر بھاری رہے جس کے بہتّر، وہ حسینؑ

جو محافظ تھا خدا کے آخری پیغام کا
جس کی نبضوں میں مچلتا تھا لہو اسلام کا
ہنس کے جس نے پی لیا جامِ شہادت وہ حسینؑ
مرگیا لیکن نہ کی فاسق کی بیعت، وہ حسینؑ
ہے رسالت کی سپر جس کی امامت، وہ حسین
جس نے رکھ لی نوعِ انسانی کی عزّت، وہ حسین

وہ کہ سوزِ غم کو، سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

Presented by www.ziaraat.com

اے حسینؑ! اب تک گل افشاں ہے تری ہمت کا باغ
آندھیوں سے لڑ رہا ہے آج بھی تیرا چراغ
تو نے دھو ڈالے جبینِ ملتِ بیضا کے داغ
تیرے دل کے سامنے لرزاں ہے باطل کا دماغ

فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیے
جس کا تو آقا ہو، اس کو ناز کرنا چاہیے

کھول آنکھیں اے اسیرِ کاکلِ زشت ونکو
آہ کن موہوم موجوں پر بہا جاتا ہے تو
ختم ہے آنسو بہانے ہی پہ تیری آرزو
اور شہیدِ کربلا نے تو بہایا تھا لہو

ہات ہے ماتم میں تیرا سینۂ افگار پر
اور حسینؑ ابن علیؑ کا ہات تھا تلوار پر

تھیں بہتر خوں چکاں تیغیں حسینؑ فوج کی
اور صرف اک سیدِ سجادؑ کی زنجیر تھی
اتنی تیغوں کی رہی دل میں نہ تیرے یاد بھی
حافظے میں صرف اک زنجیر باقی رہ گئی

ذہن کو بیچارگی سے انس پیدا ہوگیا
اشجعِ عالم کے پیرو! یہ تجھے کیا ہوگیا

آہ تو اور سازِ برگِ عافیت کا اہتمام
کیوں نہیں کہتا کہ باطل کی حکومت ہے حرام
تجھ کو اور زنداں کا ڈر، کیوں اے غلام ننگ و نام؟
جانتا ہے رہ چکے ہیں قید میں کتنے امام؟

تو مثالِ اہل بیت پاک مر سکتا نہیں
عشق کا دعویٰ ہے، اور تقلید کر سکتا نہیں

دیکھ، مجھ کو دیکھ، میں ہوں ایک رندِ بادہ خوار
رسمِ تقویٰ ہی سے واقف ہوں نہ طاعت سے دوچار
سر پر ہے شملہ، نہ کاندھے پر عبائے زرنگار
موت کو لیکن سمجھتا ہوں، حیاتِ پائدار؟

رسم وراہِ زہد و تقویٰ کو سبک کرتا ہے تو
قتل سے ڈرتا نہیں میں، قید سے ڈرتا ہے تو

خوف کا جن ہے زمانے سے ترے سر پر سوار
خوف ہے اک نا مبارک طائرِ مردار خوار
باغ و بستاں سے نہیں ہوتی نظر جس کی دوچار
روز و شب لاشوں پہ منڈلاتا ہے جو دیوانہ وار

تیرے سر پر اس کا منڈلانا تماشا تو نہیں؟
غور کر تو اک عفونت خیز لاشا تو نہیں؟

Presented by www.ziaraat.com

خلق میں محشر بپا ہے اور تو مصروفِ خواب
خون میں ذلّت کی موجیں کھا رہی ہیں پیچ وتاب
تیری غیرت کو خبر بھی ہے، کہ دشمن کا عتاب
تیری ماں بہنوں کی راہوں میں الٹتا ہے نقاب
اب تو زخمی شیر کی صورتِ بپھرنا چاہئے
یہ اگر ہمت نہیں، تو ڈوب مرنا چاہئے

دیکھ تو کتنی مکدر ہے فضائے روزگار
کس طرح چھایا ہوا ہے، حق پہ باطل کا غبار
بزمِ یزدانی میں روح اہرمن ہے گرم کار
میان سے باہر ابل پڑ، اے علیؑ کی ذوالفقار
نقش حق کو اب بھی او غافل! جلی کرتا نہیں
اب بھی تقلیدِ حسینؑ ابن علیؑ کرتا نہیں!

متولیانِ وقفِ حسین آباد سے خطاب

سن سکو تو چند نالے ہیں دلِ غمناک کے
اے گرامی ممبرو! وقف حسین آباد کے
مشعلوں کی جگمگاہٹ کی ہوا کرتی ہے "شو"
ہر محرم کی نویں اور آٹھویں تاریخ کو
وہ اداس اور تشنہ دو راتیں سر جوئے فرات
جن کے سناٹے کے اندر گم تھی روحِ کائنات
جن کی رو میں درہم و برہم تھا دنیا کا نظام
جن کی خاموشی میں غلطاں تھا شہادت کا پیام
جن کی ہلچل سے تلاطم تھا دل آفاق میں
جھلملائی تھی وفا کی شمع جن کے طاق میں
جن کی ظلمت کو منور کر رہے تھے دل کے داغ
گل ہوا تھا جن کی آندھی میں مدینے کا چراغ
پرفشاں تھے جن کے سناٹے جرس کے واسطے
تم نے ان راتوں کو چھانٹا ہے ہوس کے واسطے

Presented by www.ziaraat.com

مشعلوں میں جس جگہ خون شہیداں کا ہو رنگ
سیر کرنے کو بلائے جائیں واں اہل فرنگ
کیا حمیت ہے کہ اپنوں کے لئے ہو روک تھام
روپ میں بھی غیر کے آئے کوئی تو اذنِ عام
یہ تملق، یہ خوشامد، یہ زبوں اندیشیاں
غم کدہ مسلم کا ہو نصرانیوں کا بوستاں
دیدۂ ناہید ہو جس بزم میں افسانہ گو
اس جگہ دی جائے دعوت چشمکِ مرّیخ کو
داغہائے دل میں کھولا جائے میخانے کا باب
قہقہے ہوں آنسوؤں کی انجمن میں باریاب
بزمِ عصمت میں، سر آنکھوں پر لیا جائے گناہ
مقبرے کو اور بنائے آسماں تفریح گاہ
دعوتِ حرف و حکایت، زلزلے کی رات میں
منعقد ہو جشن، اشکوں کی بھری برسات میں
بامِ شیون پر کھلے موجِ تبسم کا علم
خون کے قطروں پہ اور ارباب عشرت کے قدم
کشتیٔ صہبا چلے اہلِ وفا کے خون میں
آخری ہچکی بھری جائے گراموفون میں

لشکر شادی سے روندی جائے غم خانے کی خاک
غازۂ خوباں بنائی جائے پروانے کی خاک
چنگ و بربط کا تسلط ہو دیارِ آہ میں
اہل ماتم لاش کو رکھیں نمائش گاہ میں
دیدۂ عشرت اٹھے صد پارہ لاشا دیکھنے
ہنسنے والے آئیں رونے کا تماشا دیکھنے
جوئے خوں، اور اس پہ تیراکی کا میلا الحذر
غیرتِ اسلام! تجھ کو کھا گئی کس کی نظر؟
روحِ مومن کو عطا، بارِ خدا! ادراک ہو
یہ نہیں تو صور پھنک جائے کہ قصہ پاک ہو!

....

اے بارِ الٰہ نوحہ سناتا پھرتا
تا روزِ جزا اشک بہاتا پھرتا
امداد نہ کرتے جو ترس کھا کے حسین
اسلام ترا ٹھوکریں کھاتا پھرتا

Presented by www.ziaraat.com

سوگوارانِ حسین سے خطاب

انقلاب تند و خو جس وقت اٹھائے گا نظر
کروٹیں لیگی زمیں، ہوگا فلک زیر و زبر
کانپ کر ہونٹوں پر آجائے گی روح بحر و بر
وقت کا پیرانہ سالی سے بھڑک اُٹھے گا سر
موت کے سیلاب میں ہر خشک و تر بہ جائیگا
ہاں مگر نام حسینؑ ابن علیؑ رہ جائے گا

کون؟ جو ہستی کے دھوکے میں نہ آیا وہ حسین
سر کٹا کر بھی نہ جس نے سر جھکایا وہ حسین
جس نے مر کر غیرتِ حق کو جلا یا وہ حسین
موت کا منہ دیکھ کر جو مسکرایا وہ حسین
کانپتی ہے جس کی پیری کو جوانی دیکھ کر
ہنس دیا جو تیغ قاتل کی روانی دیکھ کر

ہاں نگاہِ غور سے دیکھ اے گروہ مومنیں!
جا رہا ہے کربلا خیر البشر کا جانشیں
آسماں ہے لرزہ براندام، جنبش میں زمیں
فرق پر ہے سایہ افگن شہپر روح الامیں
اے شگوفو، السلام، اے خفتہ کلیو الوداع
اے مدینے کی نظر افروز گلیو الوداع

ہوشیار، اے ساکت و خاموش کوفے! ہوشیار
آرہے ہیں دیکھ وہ اعدا قطار اندر قطار
ہونے والی ہے کشاکش درمیان نور و نار
اپنے وعدوں پر پہاڑوں کی طرح رہ استوار
صبح قبضہ کر کے رہتی ہے اندھیری رات پر
جو بہادر ہیں اڑے رہتے ہیں اپنی بات پر

لو کے جھکڑ چل رہے ہیں غیظ میں ہے آفتاب
سرخ ذرّوں کا سمندر کھا رہا ہے پیچ و تاب
تشنگی، گرمی تلاطم، آگ، دہشت اضطراب
کیوں مسلمانو! یہ منزل، اور آل بو ترابؑ
کس خطا پر تم نے بدلے ان سے گن گن کے لئے
فاطمہؑ نے ان کو پلا تھا اسی دن کے لئے؟

Presented by www.ziaraat.com

لو وہ مقتل کا سما ہے، وہ حریفوں کی قطار
یہ رہی ہے نہر لو وہ سامنے بیگانہ وار
وہ ہوا اسلام کا سرتاج مرکب پر سوار
دھوپ میں وہ برق سی چمکی، وہ نکلی ذوالفقار
آگئی رن میں اجل، تیغ دو دم تولے ہوئے
جانب اعدا بڑھا دوزخ وہ منھ کھولے ہوئے

دور تک ہلنے لگی گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمیں
کوہ تھرانے لگے، تیورا گئی فوج لعیں
زد پر آکر کوئی بچ جائے، نہیں ممکن نہیں
لو حسینؑ ابن علی نے وہ چڑھالی آستیں
آستیں چڑھتے ہی خون ہاشمی گرما گیا
نا خدا! ہشیار، دریا میں تلاطم آگیا

ظہر کے ہنگام، کچھ جھکنے لگا جب آفتاب
ذوقِ طاعت نے دل مولیٰ میں کھایا پیچ وتاب
آکے خیمے سے کسی نے دوڑ کر تھامی رکاب
ہو گئی بزم رسالت میں امامت باریاب
تشنہ لب ذرّوں پہ خون مشک بو بہنے لگا
خاک پر اسلام کے دل کا لہو بہنے لگا

آفرین چشم و چراغ دود مانِ مصطفیٰؐ
آفرین صد آفرین و مرحبا صد مرحبا
مرتبہ انسان کا تونے دو بالا کر دیا
جان دیکر، اہلِ دل کو تو سبق یہ دے گیا
کشتیِ ایماں کو خونِ دل میں کھینا چاہئے
حق پہ جب آنچ آئے تو یوں جان دینا چاہئے

اے محیط کربلا! اے ارضِ بے آب و گیاہ
جرأتِ مردانۂ شبیرؑ کی رہنا گواہ!
حشر تک گونجیں گے تجھ میں نعرہ ہائے لاالٰہ
کج رہے گی فخر سے فرقِ رسالت پر کلاہ
یہ شہادت اک سبق ہے حق پرستی کے لئے
اک ستونِ روشنی ہے بحرِ ہستی کے لئے

تم سے کچھ کہنا ہے اب اے سوگوارانِ حسینؑ
یاد بھی ہے تم کو تعلیم امامِ مشرقین؟
تا کجا بھولے رہو گے غزوۂ بدر و حنین
کب تک آخر ذاکروں کے تاجرانہ شور وشین؟
ذاکروں نے موت کے سانچے میں دل ڈھالے نہیں
یہ شہیدِ کربلا کے چاہنے والے نہیں

Presented by www.ziaraat.com

کہہ چکا ہوں بار بار، اور اب بھی کہتا ہوں یہی
مانع شیون نہیں میرا پیام زندگی
لیکن اتنی عرض ہے اے نواسیر بزدلی
اپنی نبضوں میں رواں کر خونِ سرجوش علیؑ

ابن کوثر! پہلے اپنی تلخ کامی کو تو دیکھ
اپنے ماتھے کی ذرا مہر غلامی کو تو دیکھ

جس کو ذلت کا نہ ہو احساس وہ نامرد ہے
تنگ پہلو ہے وہ دل جو بے نیاز درد ہے
حق نہیں جینے کا اس کو جس کا چہرہ زرد ہے
خودکشی ہے فرض اس پر، خون جس کا سرد ہے

وقت بیداری نہ غالب ہو سکے جو نوم پر
لعنت ایسی خفتہ ملت پر، تف ایسی قوم پر!

زندہ رہنا ہے تو میرِ کارواں بنکر رہو
اس زمیں کی پستیوں میں آسماں بن کر رہو
دور حق ہو تو نسیم بوستاں بن کر رہو
عہد باطل ہو تو تیغ بے اماں بن کر رہو

دوستوں کے پاس آؤ نور پھیلاتے ہوئے
دشمنوں کی صفت سے گزرو آگ برساتے ہوئے

دور محکومی میں راحت کفر، عشرت، ہے حرام
مہ وشوں کی چاہ ساقی کی محبت ہے حرام
علم ناجائز ہے دستارِ فضیلت ہے حرام
انتہا یہ ہے غلاموں کی عبادت ہے حرام
کوئے ذلت میں، ٹھہرنا کیا، گزرنا بھی حرام
صرف جینا ہی نہیں، اس طرح مرنا بھی حرام!

....

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسین
چرغِ نوعِ بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

Presented by www.ziaraat.com

حسینؑ اور انقلاب

ہمراز یہ فسانۂ آہ و فغاں نہ پوچھ
دو دن کی زندگی کا غم این و آں نہ پوچھ
کیا کیا حیات ارض کی ہیں تلخیاں نہ پوچھ
کس درجہ ہولناک ہے یہ داستاں نہ پوچھ
تفصیل سے کہوں تو فلک کانپنے لگے
دوزخ بھی فرط شرم سے منھ ڈھانپنے لگے

دنیا کی ہر خوشی ہے غم و درد سے دو چار
ہر قہقہے کی گونج میں ہے چشم اشکبار
کیا خار و خس کہ وہ تو ہیں معتوب روزگار
نسرین و نسترن میں بھی پنہاں ہے نوک خار
نغمے ہیں جنبش دل مضطر لئے ہوئے
گل برگ تک ہے برش خنجر لئے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

یاران سرفروش و نگارانِ مہ جبیں
آبِ نشاط و لعل و لب و زلف عنبریں
کوئے مغان و بوئے گل وروئے دلنشیں
زور وزن و ذکاوت و ذہن و زر و زمیں
جو شے بھی ہے وہ درد کا پہلو لئے ہوئے
ہر گوہر نشاط ہے آنسو لئے ہوئے

بیگانۂ حدود ہے انساں کی آرزو
پیچیدہ ہر نظر میں ہے اک تازہ جستجو
تھمتی نہیں کہیں بھی تمنائے برق خو
ساقی کا وہ کرم ہے کہ بھرتا نہیں سبو
ارماں کی شاہراہ میں منزل نہیں کوئی
اس بحر بے کنار کا ساحل نہیں کوئی

اس لیلئ حیات کی اللہ ری دارو گیر
ہر لوچ اک کمان ہے ہر ناز ایک تیر
اس کے کرم میں بھی وہ حرارت ہے ہم صفیر
جس کے مقابلے میں جہنم ہے زم ہریر
الجھے جو اس کے گیسوئے پیچاں کے جال میں
لگ جائے آگ دامن قطب شمال میں

امراض سے کسی کا بڑھاپا ہے اک وبال
آلام سے کسی کی جوانی ہے پائمال
اس کو ہے خوف ننگ اسے نام کا خیال
روزی سے کوئی تنگ کوئی عشق سے نڈھال
ہر سانس ہے نوید عذاب عظیم کی
گھبرا کے دو دہائی خدائے رحیم کی

اس خوں چکاں حیات کے آلام کیا کہوں
قدرت نہیں فسانۂ ایام کیا کہوں
دارائے کائنات کے انعام کیا کہوں
یہ داستانِ مرحمت عام کیا کہوں
کہہ دوں تو دل سے خون کا چشمہ ابل پڑے
اور چپ رہوں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

نوعِ بشر پہ ہے جو عقوبت نہ پوچھئے
سفاک زندگی کی شقاوت نہ پوچھئے
جورِ حیات و جبر مشیت نہ پوچھئے
کتنا رقیق ہے دلِ قدرت نہ پوچھئے
سو سال اگر خزاں کے تو دو دن بہار کے
قرباں ہجوم رحمت پروردگار کے

Presented by www.ziaraat.com

یوں تو غمِ معاش کا سوزِ نہاں ہے اور
تکلیف جاں گدازیٔ عشقِ بتاں ہے اور
لب تشنگیٔ شیب و عذابِ خزاں ہے اور
اعلانِ امرِ حق کی مگر داستاں ہے اور

گفتار صدق مایہ آزاری شود
چوں حرف حق بلند شود داری شود۔ (صائبؔ)

ہاں اس بلا سے کوئی بلا بھی بڑی نہیں
کیا اس کو علم جس پہ یہ بپتا پڑی نہیں
کشتوں کی اس کے لاش بھی اکثر گڑی نہیں
اعلان امر حق سے کوئی شے کڑی نہیں

بے جرم خود کو جرم میں جو راندھ لے وہ آئے
اس راہ میں جو سر سے کفن باندھ لے وہ آئے

تکلیف رشد و کاہشِ تبلیغ الاماں
یہ دائرہ ہے دائرۂ مرگِ ناگہاں
پیہم یہاں سروں پہ کڑکتی ہیں بجلیاں
بار الم سے بولنے لگتے ہیں استخواں

ہر گام پر حیات کے چہرے کو فق کرے
مرنا جو چاہتا ہو وہ اعلان حق کرے

کیسے کوئی عزیز روایات چھوڑ دے
کچھ کھیل ہے کہ کہنہ حکایات چھوڑ دے
گھٹی میں تھے جو حل وہ خیالات چھوڑ دے
ماں کا مزاج باپ کی عادات چھوڑ دے

کس جی سے کوئی رشتۂ اوہام چھوڑ دے
ورثے میں جو ملے ہیں وہ اصنام توڑ دے

اوہام کا رباب قدامت کا ارغنوں
فرسودگی کا سحر روایات کا فسوں
اقوال کا مراق حکایات کا جنوں
رسم و رواج و صحبت و میراث و نسل و خوں

افسوس یہ وہ حلقۂ دامِ خیال ہے
جس سے بڑے بڑوں کا نکلنا محال ہے

اس بزم ساحری میں جہالت کا ذکر کیا
خود علم کے حواس بھی رہتے نہیں بجا
اوہام جب دلوں میں بجاتے ہیں دائرا
عقلوں کو سوجھتا ہی نہیں رقص کے سوا

تاریخ جھومتی ہے فسانوں کے غول میں
بوڑھے بھی ناچتے ہیں جوانوں کے غول میں

Presented by www.ziaraat.com

جس دائرے میں قصر قدامت کا ہو طواف
جدت کے "جرم" کو کوئی کرتا نہ ہو معاف
بگڑے ہوئے رسوم کا ذہنوں پہ ہو غلاف
آواز کون اٹھائے وہاں جہل کے خلاف
آواز اٹھائے موت کی جو آرزو کرے
ورنہ مجال ہے کہ یہاں گفتگو کرے

ہوتا ہے جو سماج میں جویائے انقلاب
ملتا ہے اس کو مرتد و زندیق کا خطاب
پہلے تو اس کو آنکھ دکھاتے ہیں شیخ و شاب
اس پر بھی وہ نہ چپ ہو تو پھر قوم کا عتاب
بڑھتا ہے ظلم و جور کے تیور لئے ہوئے
تشنیع وطعن و دشنہ و خنجر لئے ہوئے

اٹھتا ہے غلغلہ کہ یہ زندیقِ نامراد
کج فکر و کج نگاہ و کج اخلاق و کج نہاد
پھیلا رہا ہے عالم اخلاق میں فساد
اے صاحبان جذبۂ دیرینۂ جہاد
ہاں جلد اٹھو تباہی باطل کے واسطے
جنت ہے ایسے شخص کے قاتل کے واسطے

اور بالخصوص جب ہو حکومت کا سامنا
رعب و شکوہ و جاہ و جلالت کا سامنا
شاہان کج کلاہ کی ہیبت کا سامنا
قرنا و طبل و ناوک و رایت کا سامنا
لاکھوں میں ہے وہ ایک کروڑوں میں فرد ہے
اس وقت جو ثبات دکھائے وہ مرد ہے

اور بالخصوص بند ہو جب ہر درنجات
حق تشنہ لب ہو دشت میں باطل لب فرات
دست اجل میں ہو زن و فرزند تک کی ذات
حائل ہو مرگ و زیست میں لے دے کے ایک رات
یہ وہ گھڑی ہے کانپ اٹھے شیر نر کا دل
اس تہلکے کو چاہئے فوق البشر کا دل

وہ کربلا کی رات وہ ظلمت ڈراؤنی
وہ مرگ بے پناہ کے سائے میں زندگی
خیموں کے گردو پیش وہ پر ہول خامشی
خاموشیوں میں دور سے وہ چاپ موت کی
تھی پشت وقت بار الم سے جھکی ہوئی
ارض و سما کی سانس تھی گویا رکی ہوئی

Presented by www.ziaraat.com

وہ اہل حق کی تشنہ دہاں مختصر سپاہ
باطل کا وہ ہجوم کہ اللہ کی پناہ
وہ ظلمتوں کے دام میں زہراؑ کے مہر و ماہ
تارے وہ فرط غم سے جھکائے ہوئے نگاہ
وہ دل بجھے ہوئے وہ ہوائیں تھمی ہوئی
وہ اک بہن کی بھائی پہ نظریں جمی ہوئی

لبریز زہر جور سے وہ دشت کا ایاغ
دکھتے ہوئے وہ دل وہ تپکتے ہوئے دماغ
آنکھوں کی پتلیوں سے عیاں وہ دلوں کے داغ
پرہول ظلمتوں میں وہ سہمے ہوئے چراغ
بکھرے ہوئے ہوا میں وہ گیسو رسولؐ کے
تاروں کی روشنی میں وہ آنسو بتولؑ کے

وہ رات وہ فرات وہ موجوں کا خلفشار
عابد کی کروٹوں پہ وہ بے چارگی کا بار
وہ زلزلوں کی زد پہ خواتین کا وقار
اصغر کا پیچ و تاب وہ جھولے میں بار بار
اصغر میں پیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا
وہ دل دھڑک رہا تھا رسالت مآبؐ کا

وہ رات جب امام کی گونجی تھی یہ صدا
اے دوستانِ صادق و یارانِ باصفا
باقی نہیں رہا ہے کوئی اور مرحلہ
اب سامنا ہے موت کا اور صرف موت کا
آنے ہی پر بلائیں ہیں اب تحت وفوق سے
جانا جو چاہتا ہے چلا جائے شوق سے

اور سنتے ہی یہ بات بصد کرب و اضطراب
شبیرؑ کو دیا تھا یہ انصار نے جواب
دیکھیں جو ہم یہ خواب بھی اے ابن بوترابؑ
واللہ فرط شرم سے ہوجائیں آب آب
قرباں نہ ہو جو آپ سے والا صفات پر
لعنت اس امن و عیش پہ تف اس حیات پر

کیا آپ کا خیال ہے یہ شاہ ذی حشم
ہم ہیں اسیر سود و زیاں صید کیف و کم
خود دیکھ لیجئے گا کہ گاڑیں گے جب قدم
ہٹنا تو کیا ہلیں گے نہ دشت وغا سے ہم
پتلے ہیں ہم حدید کے پیکر ہیں سنگ کے
انساں نہیں پہاڑ ہیں میدان جنگ کے

Presented by www.ziaraat.com

ہاں ہاں وہ رات دہشت و بیم و رجا کی رات
افسون جاں کنی و طلسم قضا کی رات
لب تشنگان ذرّیت مصطفےٰؐ کی رات
جو حشر سے عظیم تھی وہ کربلا کی رات
شبیر نے حیات کا عنواں بنا دیا
اس رات کو بھی مہر درخشاں بنا دیا

تاریخ دے رہی ہے یہ آواز دم بدم
دشت ثبات و عزم ہے دشت بلاؤ غم
صبر مسیح و جرأت سقراط کی قسم
اس راہ میں ہے صرف اک انسان کا قدم
جس کی رگوں میں آتش بدر و حنین ہے
جس سورما کا اسم گرامی حسینؑ ہے

جو صاحب مزاج نبوت تھا وہ حسینؑ
جو وارث ضمیر رسالت تھا وہ حسینؑ
جو خلوتی شاہد قدرت تھا وہ حسینؑ
جس کا وجود فخر مشیت تھا وہ حسینؑ
سانچے میں ڈھالنے کے لئے کائنات کو
جو تولتا تھا نوک مژہ پر حیات کو

جو اک نشان تشنہ دہانی تھا وہ حسینؑ
گیتی پہ عرش کی جو نشانی تھا وہ حسینؑ
جو خلد کا امیر جوانی تھا وہ حسینؑ
جو اک سن جدید کا بانی تھا وہ حسینؑ
جس کا لہو تلاطم پنہاں لئے ہوئے
ہر بوند میں تھا نوح کا طوفاں لئے ہوئے

جو کاروانِ عزم کا رہبر تھا وہ حسینؑ
خود اپنے خوں کا جو شناور تھا وہ حسینؑ
اک دین تازہ کا جو پیمبر تھا وہ حسینؑ
جو کربلا کا داور محشر تھا وہ حسینؑ
جس کی نظر پہ شیوۂ حق کا مدار تھا
جو روح انقلاب کا پرور دگار تھا

ہاں اب بھی جو منارۂ عظمت ہے وہ حسینؑ
جس کی نگاہ مرگ حکومت ہے وہ حسینؑ
اب بھی جو محو درسِ بغاوت ہے وہ حسینؑ
آدم کی جو دلیل شرافت ہے وہ حسینؑ
واحد جو اک نمونہ ہے ذبح عظیم کا
شاہد ہے جو ''خدا'' کے مذاقِ سلیم کا

Presented by www.ziaraat.com

ہاں وہ حسینؑ جس کا ابدآشنا ثبات
کہتا ہے گاہ گاہ حکیموں سے بھی یہ بات
یعنی درونِ پردۂ صدرنگِ کائنات
اک کارساز ذہن ہے اک ذی شعور ذات
سجدوں سے کھینچتا ہے جو ''مسجود'' کی طرف
تنہا جو اک اشارہ ہے ''معبود'' کی طرف

جس کا وجود عدل و مساوات کی مراد
جو کردگار امن تھا پیغمبرؐ جہاد
تحویل زندگی میں پئے رفع ہر فساد
قدرت کی اک امانت زریں ہے جسکی یاد
سوزاں ہے قلب خاک جو خون مبین سے
اک لونکل رہی ہے ابھی تک زمین سے

عزت پہ جس نے سر کو فدا کر کے دم لیا
صدق و منافقت کو ،جدا کر کے دم لیا
حق کو ابد کا تاج عطا کر کے دم لیا
جس نے یزید یت کو فنا کر کے دم لیا
فتنوں کو جس پہ ناز تھا وہ دل بجھا دیا
جس نے چراغ دولت باطل بجھا دیا

عالم میں ہو چکا ہے مسلسل یہ تجربا
قوت ہی زندگی کی رہی ہے گرہ کشا
سر ضعف کا ہمیشہ رہا ہے جھکا ہوا
ناطاقتی کی موت ہے طاقت کا سامنا
طاقت سی شے مگر خجل و بدنصیب تھی
ناطاقتی حسینؑ کی کتنی عجیب تھی

طاقت سی شے کو خاک میں جس نے ملا دیا
تختہ الٹ کے قصر حکومت کو ڈھادیا
جس نے ہوا پہ رعب امارت اڑادیا
ٹھوکر سے جس نے افسر شاہی گرا دیا
اس طرح جس سے ظلم سیہ فام ہوگیا
لفظ یزید داخل دشنام ہوگیا

پانی سے تین روز ہوئے جس کے لب نہ تر
تیغ وتبر کو سونپ دیا جس نے گھر کا گھر
جو مر گیا ضمیر کی عزت کے نام پر
ذلت کے آستاں پہ جھکایا مگر نہ سر
لی جس نے سانس رشتۂ شاہی کو توڑ کر
جس نے کلائی موت کی رکھ دی مروڑ کر

Presented by www.ziaraat.com

جس کی جبیں پہ کج ہے خود اپنے لہو کا تاج
جو مرگ و زندگی کا ہے اک طرفہ امتزاج
سر دے دیا مگر نہ دیا ظلم کو خراج
جس کے لہو نے رکھ لی تمام انبیاء کی لاج
سنتا نہ کوئی دہر میں صدق و صفا کی بات
جس مرد سرفروش نے رکھ لی خدا کی بات

ہر چند اہل جور نے چاہا یہ بارہا
ہو جائے محو، یاد شہیدان کربلا
باقی رہے نہ نام زمیں پر حسینؑ کا
لیکن کسی کا زور عزیز و نہ چل سکا
عباس نامور کے لہو سے دھلا ہوا
اب بھی حسینیت کا علم ہے کھلا ہوا

یہ صبح انقلاب کی جو آج کل ہے ضو
یہ جو مچل رہی ہے صبا پھٹ رہی ہے پو
یہ جو چراغِ ظلم کی تھرا رہی ہے لو
درپردہ یہ حسین کے انفاس کی ہے رو
حق کے چھڑے ہوئے ہیں جو یہ ساز دوستو
یہ بھی اسی جری کی ہے آواز دوستو

جس کا ہجوم درد و علم سے یہ حال تھا
سینہ تھا پاش پاش جگر پائمال تھا
رخ پر تھا تشنگی کا دھواں دل نڈھال تھا
اس کرب میں بھی جس کو فقط یہ خیال تھا
آتش برس رہی ہے تو برسے خیام پر
آنے نہ پائے آنچ مگر حق کے نام پر

ہر چند ایک شاخ چمن میں ہری نہ تھی
ماتھا عرق عرق تھا لبوں پر تری نہ تھی
باطل کی ان بلاؤں پہ بھی چاکری نہ تھی
یہ داوری تھی اصل میں پیغمبری نہ تھی
رنگ اڑ گیا حکومت بدعت شعار کا
عزم حسین عزم تھا پروردگار کا

تھی جس کے دوش پاک پر اہل ولا کی لاش
انصار سرفروش کی لاش اقرباء کی لاش
عباس سے مجاہد تیغ آزما کی لاش
قاسم سے شاہزادۂ گلگوں قبا کی لاش
پھر بھی یہ دھن تھی صبر کی زلفوں سے بل نہ جائے
اس خوف سے کہ حق کا جنازہ نکل جائے

Presented by www.ziaraat.com

زار و نزار و تشنہ و مجروح و ناتواں
تنہا کھڑا ہوا تھا جو لاکھوں کے درمیاں
گھیرے تھے جس کو تیر و تبر ناوک و سناں
اور سو رہا تھا موت کے بستر پہ کارواں
اتنا نہ تھا کہ حق رفاقت سے کام لے
گرنے لگیں اگر تو کوئی بڑھ کے تھام لے

ہاں وہ حسینؑ خستہ و مجروح و ناتواں
ساکت کھڑا ہوا تھا جو لاشوں کے درمیاں
سنتا رہا سکون سے جو پیرِ نیم جاں
اکبر سے ماہ روکی جوانی کی ہچکیاں
ہے ہے کی آ رہی تھی صدا کائنات سے
پھر بھی قدم ہٹائے نہ راہ ثبات سے

ہاں اے حسینؑ تشنہ و رنجور السلام
اے میہمان عرصۂ بے نور السلام
اے شمع حلقۂ شب عاشور السلام
اے سینۂ حیات کے ناسور السلام
اے ساحل فرات کے پیاسے ترے نثار
اے آخری ''نبیؐ'' کے نواسے ترے نثار

ہاں اے حسین بیکس و ناچار السلام
اے کشتگانِ عشق کے سردار السلام
اے سوگوار یاور و انصار السلام
اے کاروان مردہ کے سالار السلام
افسوس اے وطن سے نکالے ہوئے حسینؑ
اے فاطمہؑ کی گود کے پالے ہوئے حسینؑ

تو اور تیرے حلق پہ تلوار ہائے ہائے
زنجیر اور عابد بیمار ہائے ہائے
زینبؑ کا سر کھلے، سرِ بازار ہائے ہائے
سر تیرا اور یزید کا دربار ہائے ہائے
انسان اس طرح اتر آئے عناد پر
لعنت خدا کی حشر تک ابن زیاد پر

تجھ سا شہید کون ہے عالم میں اے حسینؑ
تو ہے ہر ایک دیدۂ پرنم میں اے حسینؑ
زہاد ہی نہیں ہیں ترے غم میں اے حسینؑ
ہم رند بھی ہیں حلقہ ماتم میں اے حسینؑ
آزاد جو خیال میں ہیں اور کلام میں
وہ بھی اسیر ہیں تری زلفوں کے دام میں

Presented by www.ziaraat.com

یوں تو درونِ سینۂ تاریخِ روزگار
دولت ہے بے حساب جواہر ہیں بے شمار
لیکن ترا وجود ہے اے مردحق شعار
عزم بشر کی واحد و بے مثل یادگار
تکتا ہے تجھ کو وقت جہاں سوز دور سے
تو ہے بلند ضرب سنین و شہور سے

اس باغ دہر میں پئے تفسیرِ رنگ و بو
یوں تو ہے ہر روش پہ اک انبارِ گفتگو
لیکن برائے گوشِ حکیمانِ راز جو
عالم میں صرف ایک سخن گفتنی ہے تو
مردانگی کے طور کا تنہا کلیم ہے
تو سینۂ حیات کا قلب سلیم ہے

اے رہبرِ خجستہ و اے ہادئ غیور
تو حافظے کا ناز ہے تاریخ کا غرور
اب بھی ترے نشانِ قدم سے ہے وہ سرور
لوح جبین وقت پہ غلطاں ہے موج نور
تو ہے وہ مہر دفتر عزم وثبات پر
اب تک دمک رہی ہے جو پشت حیات پر

ہاں اے حسینؑ ابن علیؑ رہبر انام
اے منبر خودی کے حیات آفریں پیام
اے نطق زندگی کے مقدس ترین نام
اے چرخ انقلاب کے ابر جواں خرام
غازہ ہے تیرا خون رخِ کائنات کا
ہر قطرہ ”کوہ نور“ ہے تاج حیات کا

جس بحر ظلم و جور کے گرداب میں تھا تو
نازل پہاڑ پر ہو تو بن جائے آب جو
سینے میں ابر کے نہ رہے روح رنگ و بو
آہن کے جوہروں سے ٹپکنے لگے لہو
یخ تک برنگ آتش دوزخ دہک پڑے
ماتھے سے آگ کے بھی پسینہ ٹپک پڑے

اے خنجر برہنہ و اے تیغِ بے نیام
اے حق نواز امیرِ نبوت بدوش امام
اے تیرگی کی بزم میں خورشید کے پیام
اے آسمان درس عمل کے مہ تمام
رہتی ردائے شام کی ظلمت ہی دین پر
ہوتا نہ تو صبح نہ ہوتی زمین پر

Presented by www.ziaraat.com

پھر حق ہے آفتاب لب بام اے حسینؑ
پھر بزم آب وگل میں ہے کہرام اے حسینؑ
پھر زندگی ہے ست و سبک گام اے حسینؑ
پھر حریت ہے موردالزام اے حسینؑ
ذوق فساد و ولولۂ شر لئے ہوئے
پھر عصر نو کے شمر ہیں خنجر لئے ہوئے

ہاں خاتم حیات ابد کا نگیں ہے تو
گردون گیر ودار کا مہر مبیں ہے تو
اک زندہ حد فاصل دنیا و دیں ہے تو
کونین کا تخیل عہد آفریں ہے تو
پھر دشت جنگ کو ہے ترا انتظار اُٹھ
اٹھ روز گار تازہ کے پروردگار اُٹھ

مجروح پھر ہے عدل و مساوات کا شعار
اس بیسویں صدی میں ہے پھر طرفہ انتشار
پھر نائبِ یزید ہیں دُنیا کے شہر یار
پھر کربلائے نو سے ہے نوع بشر دوچار
اے زندگی جلال شہ مشرقین دے
اس تازہ کربلا کو بھی عزم حسینؑ دے

پھر گرم ہے فساد کا بازار دوستو
سرمایہ پھر ہے بر سرآزار دوستو
تاکئے یہ خوف اندک و بسیار دوستو
تلوار ہاں اپی ہوئی تلوار دوستو
جو تیز تر ہو خون امارت کو چاٹ کر
رکھ دے جو سیم وزر کے پہاڑوں کو کاٹ کر

بل کھا رہے ہیں دہر میں پھر سیم وزر کے ناگ
گونجے ہوئے ہیں گنبد گرداں میں غم کے راگ
پھر موت رخش زیست کی تھامے ہوئے ہے باگ
تاآسماں بلند ہو اے زندگی کی آگ
فتنے کو اپنی آنچ کے جھولے میں جھونک دے
ہاں پھونک دے قبائے امارت کو پھونک دے

اے دوستوں فرات کے پانی کا واسطہ
آلِ نبیؐ کی تشنہ دہانی کا واسطہ
شبیرؑ کے لہو کی روانی کا واسطہ
اکبرؑ کی ناتمام جوانی کا واسطہ
بڑھتی ہوئی جوان اُمنگوں سے کام لو
ہاں تھام لو حسینؑ کے دامن کو تھام لو

Presented by www.ziaraat.com

آئینِ کشمکش سے ہے دنیا کی زیب و زین
ہر گام ایک "بدر" ہو ہر سانس اک "حنین"
بڑھتے رہو یوں ہی پئے تسخیر مشرقین
سینوں میں بجلیاں ہوں زبانوں پہ "یاحسینؑ"
تم حیدری ہو سینۂ اژدر کو پھاڑ دو
اس خیبر جدید کا در بھی اکھاڑ دو
جاری رہے کچھ اور یوں ہی کاوش ستیز
ہروار بے پناہ ہو، ہر ضرب لرزہ خیز
وہ فوج ظلم و جور ہوئی مائلِ گریز
اے خون، اور گرم ہو اے نبض اور تیز
عفریت ظلم کانپ رہا ہے، اماں نہ پائے
دیوِ فساد ہانپ رہا ہے، اماں نہ پائے
تاخیر کا یہ وقت نہیں ہے دلاورو
آواز دے رہا ہے زمانہ، بڑھو بڑھو
ایسے میں باڑھ پر ہے جوانی بڑھے چلو
گرجو مثالِ رعد، گرج کر برس پڑو
ہاں زخم خوردہ شیر کی ڈھکار دوستو
جھنکار ذوالفقار کی جھنکار دوستو

اے حاملان آتش سوزاں ، بڑھے چلو!
اے پیروان شاہ شہیداں ، بڑھے چلو!
اے فاتحان صرصر و طوفاں، بڑھے چلو
اے صاحبان ہمت یزداں، بڑھے چلو!
تلوار، شمر عصر کے سینے میں بھونک دو
ہاں جھونک دو، یزید کو دوزخ میں جھونک دو
دیکھو وہ ختم، ظلم کی حد ہے، بڑھے چلو
اپنا ہی خود یہ وقت مدد ہے، بڑھے چلو
بڑھنے میں عزت اب وجد ہے بڑھے چلو
وہ سامنے حیات ابد ہے، بڑھے چلو
الٹے رہو کچھ اور یونہیں آستین کو
الٹی ہے آستیں تو پلٹ دو زمین کو
اے جانشین حیدر کرار المدد
اے منچلوں کے قافلہ سالار المدد
اے امر حق کی گرمیٔ بازار المدد
اے جنس زندگی کے خریدار المدد
دنیا تری نظیر شہادت لئے ہوئے
اب تک کھڑی ہے شمع ہدایت لئے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

موجد و مفکّر

مسکرا کر جب ہوئی طالع تمدن کی سحر
جنگلوں سے شہر کی جانب مڑی فکر بشر
رسمسائی آرزوئے بام چونکا ذوقِ در
کشت خاک تار سے اگنے لگے شمس و قمر

خوشۂ حسن زمیں یوں ناز سے پکنے لگا
داب کر دانتوں میں اُنگلی آسماں تکنے لگا

جب اشاروں کو صدا بن کر نکھرنا آگیا
اور صدا کو لفظ میں ڈھل کر ابھرنا آگیا
لفظ کو پھر حرف بن کر گل کترنا آگیا
خاکِ صامت کو بالآخر بات کرنا آگیا

لب ہلے تو کشتیاں چلنے لگیں اعجاز کی
فکر انساں کو سواری مل گئی آواز کی

Presented by www.ziaraat.com

منتشر افراد کو مل جل کے رہنا آ گیا
آدمی کو این و آں کی آنچ سہنا آ گیا
وقت کے دھارے کو بالترتیب بہنا آ گیا
حجلۂ احساس میں پھولوں کا گہنا آ گیا

ناز سے زلف لطافت کی گرہ کھلنے لگی
پھول کے کانٹے پہ روحِ گلستاں تلنے لگی

سر جھکایا جہل نے پھر علم کے دربار میں
دائیرے بننے لگے جنبش ہوئی پرکار میں
آئینے کا ذوق جاگا خاطر زن گار میں
سبزۂ ارشاد لہکا گلشن گفتار میں

اور پھر سبزے کے تختوں میں روانی آ گئی
نوعِ انساں کی مَسیں بھیگیں جوانی آ گئی

شاہِ راہِ عام ترشی مانگ نکلی شہر کی
روشنی کی موج نے اس مانگ میں افشاں چُنی
تابِ افشاں جدول مقیش میں ڈھل کر بہی
زندگی کی نبض ذوق سب روی چلنے لگی

ساز شب سے نغمہ ہائے صبح دم پیدا ہوئے
بستیاں مڑنے لگیں گلیوں میں خم پیدا ہوئے

آرزوئے خانہ آرائی کی شمعیں جل اٹھیں
کن منا کر صنعت نوخیز نے آنکھیں ملیں
طفلکِ تعمیر نے بیونتی قباء ماء وطیں
سر پہ رکھ کر گنبدوں کے قمقمے ناچی زمیں

سنگریزے ناز سے ہمکے منارے بن گئے
کروٹیں ذرّوں نے کچھ یوں لیں کہ تارے بن گئے

Presented by www.ziaraat.com

ہر نفس بڑھنے لگی پھر زندگی آتش بجاں
مئے چکاں و مشک ریز و مہر بیز و مہ فشاں
پرفشاں جنباں جہاں، لرزاں رواں غلطاں دواں
نغمہ خواں گریاں خراماں خوش عناں جولاں تپاں

پتھروں کو پیستی شیشوں کو پگھلاتی ہوئی
کارخانوں کے دھویں میں پیچ وخم کھاتی ہوئی

خشک وتر کو جانچتی ارض وسماں کو بھانپتی
صبح کو مکھڑا دکھاتی شام کو منھ ڈھانپتی
دوڑتی بڑھتی، لپکتی، دندناتی، ہانپتی
گنگناتی، گھومتی، گھرتی، گرجتی، کانپتی

بربطِ تکرار تخلیقات پر گاتی ہوئی
موت کو نیچا دکھاکر ناز فرماتی ہوئی

آدمی میں رفتہ رفتہ آدمیت آگئی
وضع میں تمکین جذبوں میں نزاکت آگئی
بات میں تاثیر آنکھوں میں مروت آگئی
روح فرسا اجنبیت میں اخوت آگئی

شورہائے غم گساری کو بھڑکنا آگیا
دل کو اوروں کی مصیبت میں دھڑکنا آگیا

کہکشاں جھمکی نظر چھونے لگی افلاک کو
فکر برمانے لگی اجرام حیرت ناک کو
اور پھر گیتی کی جانب موڑ کر ادراک کو
آدمی گننے لگا ضربات نبض خاک کو

ذہن کے میزان میں تابانیاں تلنے لگیں
چادرِ ارض وسماں کی سلوٹیں کھلنے لگیں

Presented by www.ziaraat.com

ساعتوں کو کوک بھرتے ہی روانی مل گئی
ہر دقیقے کو منظّم پرفشانی مل گئی
گنگ لحظوں کو گجر کی نغمہ خوانی مل گئی
عمر کے دھارے کو لوہے کی کمانی مل گئی

سوئیوں کی رو میں لمحوں کو چٹکنا آگیا
وقت کو آغوشِ آہن میں چہکنا آگیا

ناز سے جزو مکاں بن کر زماں گانے لگا
طائروں کا ذکر کیا خود آشیاں گانے لگا
زمزمے چھیڑے زمیں نے آسماں گانے لگا
چمنیوں میں کارخانوں کا دھواں گانے لگا

حوصلے نوعِ بشر کے ناز فرمانے لگے
ہات باندھے آب و آتش کے خواص آنے لگے

دیدہ و رخسار اور گوش و زباں کے درمیاں
فاصلوں کی چھٹ گئیں نبضیں بہ ایں بعد مکاں
ایک دریائے ہم آغوشی ہوا گویا رواں
آگیا کھنچ کر بالآخر ایک مرکز پر جہاں

اور یوں آواز محوِ قطع منزل ہوگئی
عکس کو بھی قوتِ پرواز حاصل ہوگئی

آتشیں پوشاک پہنی عالم ایجاد نے
موم کی گردن میں بانہیں ڈال دیں فولاد نے
برف لپکی سرد کاندھے پر شرارے لاد نے
ٹوپیاں بدلیں بصد اخلاص برق و باد نے

دوڑتے آئے یکایک باہمی امداد کو
یوں اکائی نے پکارا منتشر اعداد کو

Presented by www.ziaraat.com

شعلگی کے نقطہ ہائے شور تک اُولے گئے
سطحِ بنیادی پہ تاروں کے گھر رولے گئے
سائے تک ناپے گئے اور عکس تک تولے گئے
انجم و ذرّات کے بند قبا کھولے گئے

عرش تک فرشِ زمیں کی ہمت عالی گئی
شعلہ و شبنم میں بل دے کر گرہ ڈالی گئی

ذوق نکھرا کہکشانی بام و در بننے لگے
سنگریزے آئینے قطرے گہر بننے لگے
برق پارے مرغ ہائے نامہ بر بننے لگے
آہنی اعصاب ڈھل کر بال و پر بننے لگے

زندگی روحِ ثریا کی طرف جانے لگی
قلبِ انجم کے دھڑکنے کی صدا آنے لگی

اس زمیں کی سمت موڑی یوں کدالوں نے عناں
ارض کے طبقات کو آنے لگیں انگڑائیاں
پردۂ ظلمات سے جھانکے رموزِ این و آں
ہڈیوں نے اپنے ڈھانچوں کی سنائی داستاں

تنگ غاروں میں ہوا چلنے لگی پو پھٹ گئی
خفتگانِ خاک کے سر سے دُلائی ہٹ گئی

تنگ غاروں سے سلاطینِ کہن پیدا ہوئے
پا بہ گل ریشوں سے ماضی کے چمن پیدا ہوئے
بت کدوں نے آنکھ کھولی برہمن پیدا ہوئے
خاک کی خوش بو اُڑی گل پیرہن پیدا ہوئے

مردہ پروانوں نے آہ سرد بھر کر بات کی
کشتہ شمعوں نے سنائیں داستانیں رات کی

Presented by www.ziaraat.com

چھیڑ کر ذرّوں کے بربط گنگنایا خاک داں
آ گئی جنبش میں خواب آ گئیں چٹانوں کی زباں
بول اُٹھیں سنگ خارا کی مرتب دھاریاں
گونج اُٹھی مردہ قرنوں کی پرانی داستاں

نصب ہر ذرے میں اک پھولوں کا ڈیرا ہو گیا
شام زیرِ ارض کے گھر میں سویرا ہو گیا

وہ جو اوجھل ہو چکے تھے سامنے آنے لگے
گل رخانِ دورِ پیشیں بال بکھرانے لگے
جو مغنی مل چکے تھے خاک میں گانے لگے
خستہ ماہ و سال اک اک پور چٹخانے لگے

چادرِ ذوقِ تجسس میں رفو کرنے لگے
دور ہائے سنگ و آہن گفتگو کرنے لگے

دیدۂ بیدار کی مانند کانیں کھل گئیں
جاگ اُٹھے بازارِ ماضی کی دکانیں کھل گئیں
عصر ہائے مہر برلب کی زبانیں کھل گئیں
گردنِ تاریخ جاں کی ریسمانیں کھل گئیں

بڑھ گئے کچھ اور پردے آگہی کے ساز میں
سن بتایا خاک نے اپنا تھکی آواز میں

سینۂ آہن سے اُٹھی موجِ شمشیر و قلم
خاک میں جاگے نقوشِ دیر و ایوانِ حرم
ولولوں میں جھن جھنایا زمزموں کا زیر و بم
کروٹیں لینے لگے پتھر میں بے ترشے صنم

قلبِ زر میں بستہ کنگن چٹکیاں لینے لگے
موتیوں کو ریشمی ڈورے صدا دینے لگے

Presented by www.ziaraat.com

تار پر مضراب تھرائی فضا پر راگنی
چھائی عشووں کی گھٹا چھٹکی ادا کی چاندنی
ناز کی پھوٹی کرن انداز کی چٹکی کلی
دل ربائی نے ملیں آنکھیں دلوں سے لو اُٹھی

جنبشِ مژگاں، جنوں کی کشتیاں کھینے لگی
چبھ گئے نشتر رگِ ہستی لہوں دینے لگی

نرگسِ بیمار کو طرزِ تکلم آگیا
وہ تکلم جس سے ہونٹوں پر تبسم آگیا
وہ تبسم جو لئے موج ترنم آگیا
وہ ترنم جس سے دنیا میں تلاطم آگیا

وہ تلاطم خون میں جس سے روانی آگئی
وہ روانی باڑھ پر جس سے جوانی آگئی

ناز سے مژگانِ ہستی کو جھپکنا آگیا
آرزو کو وقت کے سینے میں پکنا آگیا
زندگی کو لوریاں دینا تھپکنا آگیا
دلولوں پر رس کی بوندوں کو ٹپکنا آگیا

روزِ باران و شبِ مہ کا مزا چکھنے لگیں
فرشِ مخمل پر تمنائیں قدم رکھنے لگیں

بن گیا گلفام ہر اک پارۂ فولادِ سنگ
ذوقِ رنگینی سے اُبھرے نقش ہائے رنگ رنگ
جھوم اُٹھے ارمان بہکی آرزو لہکی ترنگ
موتیے کی طرح مہکا مہوشوں کا انگ انگ

بند ٹوٹے غرفہ ہائے سیم وزر کھلنے لگے
ہر طرف گویا صنم خانوں کے در کھلنے لگے

Presented by www.ziaraat.com

دامنِ فولاد تشریفِ کتاں بننے لگا
زہر کا افسردہ آبِ جاوداں بننے لگا
شیشہ یوں پگھلا حریر وپر نیا بننے لگا
سنگ یوں ترشا کہ رخسار بتاں بننے لگا

بوندیاں کھنکیں، نقاب الٹی عذار حور سے
بنت چنگ و رنگ جھانکی غرفۂ انگور سے

پھر درخشاں فکر کی یوں خاک پر برسی شراب
ظلمتوں کی کوکھ سے پیدا ہوئے سو ماہ تاب
پھر اُڑایا علم نے وہ کوکب اجرام یاب
جس کی رو میں اُٹھ رہی ہے ماہ تاباں کی نقاب

شور برپا ہے کہ میر آگہی آنے کو ہے
آسماں پر غلغلے ہیں آدمی آنے کو ہے

جیبِ قدرت صید میں بھر کر قوائے کائنات
اہل غرق و برق نے دم کا دیا روئے حیات
ایک اک قطرے کے عقدے سے نچوڑے سو نکات
ایک اک ذرے کے حلقے سے ابھارے سو جہات

ایک اک گوشے سے پہناور جہاں پیدا کیے
کائی کے پلّو سے لاکھوں گلستاں پیدا کیے

شکر یہ کیوں کر ادا ہو اہل ایجادات کا
ایک دریا بہہ رہا ہے طرفۂ مصنوعات کا
جگمگا اُٹھا ہے دن کی طرح مکھڑا رات کا
جسم آہن میں رواں ہے خون احساسات کا

یوں انہوں نے جزو خاک اپنا پسینہ کر دیا
دھات کے آلات کو دانا و بینا کر دیا

Presented by www.ziaraat.com

جو دُھرا ایجاد کرنے میں ہوا تھا کامیاب
عظمتیں غلطاں ہیں اس کے گرد بے حد و حساب
پرفشاں پہیّے کی ہر گردش بہ فیضِ اضطراب
جیب میں ڈالے ہوئے ہے سو طوافوں کا ثواب

وقت اس کے زیر و بم سے حلقۂ جولاں میں ہے
سو سلیمانوں کی ضو اس خاتم رقصاں میں ہے

صاحبان علم و فن ہیں محسنانِ زندگی
ورنہ اب تک ٹھوکروں کی زد پہ ہوتا ''آدمی''
اِن کے ذوقِ جستجو پر جھلکیاں ہیں غیب کی
یہ وہ ماتھے ہیں نہیں اُٹھتے جو سجدوں سے کبھی

اِن میں سے ہر فرد اویس قرنی و حلاّج ہے
سر کا زانو تک پہنچ جانا یہاں معراج ہے

اِن کے آگے موسموں کی سختیاں ہیں شرم سار
کھیلتے رہتے ہیں یہ وحشی عناصر کا شکار
ہاں اُنھیں کی کارسازی سے بصد عز و وقار
ہم ہیں آب و خاک کے مولیٰ ہوا کے شہریار

رعب ہے اپنا مسلط کشور اضداد پر
کاٹھیاں رکھی ہوئی ہیں پشت برق و باد پر

اِن کے حسب آرزو مظروف بن جاتا ہے ظرف
قطرہ بنتا ہے عجوبہ ذرّہ بنتا ہے شگرف
آگ بن جاتا ہے پانی برق بن جاتی ہے برف
ان کے دم سے دوڑتا ہے رشتۂ آہن پہ حرف

جب یہ اُڑتے ہیں دواں جلوؤں کا دامن تھامنے
کانپتے ہیں ثابت و سیاران کے سامنے

Presented by www.ziaraat.com

ان میں کوئی خود نوازی کے لئے کوشاں نہیں
صرف اک خدمت کی دھن ہے دوسرا ارماں نہیں
مانگ کھائیں کچھ عبادت سے یہ وہ انساں نہیں
یہ خدایا آدمی سے اجر کے خواہاں نہیں

حسن کے خلاق آب و رنگ کے بانی ہیں یہ
شہر یار کشور اجلالِ انسانی ہیں یہ

مفکر

اربابِ حکمت وہدایت

پارۂ دوم

دل کو لیکن سخت استعجاب ہے اے ہم نشیں
اتنے احسانات کے باوصف یہ روشن جبیں
بن نہ پائے زیر سقف آسماں صدر زمیں
اور تو اور آدمی کے حافظے تک میں نہیں

نام ان کا دہر کے آفاق بینوں میں نہیں
یہ سفینوں میں تو ہے موجود سینوں میں نہیں

یہ بظاہر ہے بڑی احساں فراموشی کی بات
حافظوں سے محو ہو جائیں دبیرانِ حیات
کون سلجھائے مگر خم ہائے زلف نفسیات
صرف اسے انساں سمجھتا ہے امیر کائنات

موڑ کر ذہن بشر کو گلستانوں کی طرف
جو اُڑاتا ہے زمیں کو آسمانوں کی طرف

Presented by www.ziaraat.com

بے شک ایجادات و مصنوعات کی رخشندگی
خاک پر برسا چکی ہے بے نہایت روشنی
روشنی بھی وہ کہ جس سے وجد میں ہے زندگی
معنوی خدمت کی لیکن بات ہے کچھ اور ہی

گھر کو جو چمکائے وہ شمع شبستاں اور ہے
سر کو جو رخشندہ کر دے وہ چراغاں اور ہے

آسمانِ زندگی پر ذہنِ تاباں کا ہلال
مصر کے بازار میں جس طرح یوسف کا جمال
عقل اگر گل ہو تو شمع کشتہ ہے ماضی و حال
لاش ہے انساں اگر چلتی نہیں نبض خیال

دارد درماں سے مردوں کا جلانا اور ہے
زندہ انسانوں کو قبروں سے اُٹھانا اور ہے

دامنِ ہستی کا پھولوں میں بسانا اور ہے
ایک اک کانٹے کے دل میں ڈوب جانا اور ہے
نخل تن کا سروبالا قد بنانا اور ہے
قامت دین و تخیل کا بڑھانا اور ہے

بعد ہائے بحر و بر کے پر کترنا اور ہے
ارتقائی فاصلوں کا قطع کرنا اور ہے

گنبد افلاک پر اُڑنا اڑانا اور ہے
زندگی کا کن منا کر مسکرانا اور ہے
ثابت و سیار کو قبضے میں لانا اور ہے
آدمی سے آدمی کا چونک جانا اور ہے

گیتیٔ و گردوں کی پنہائی پہ چھانا اور ہے
اس گھنے جنگل میں خود اپنے کو پانا اور ہے

Presented by www.ziaraat.com

طبع انسانی کو دے سکتا نہیں جو روشنی
نوعِ انسانی کا آقا وہ نہیں بنتا کبھی
آدمی کو جو غذا دیتا نہیں اخلاص کی
امتوں کا مقتدا بنتا نہیں وہ آدمی

قبلہ گاہ اس شخص کو انساں بنا سکتا نہیں
جو بشر کے ذہن کو آگے بڑھا سکتا نہیں

کاہ کی رگ میں جو دوڑاتا ہے خونِ کہکشاں
کھولتا ہے خار کے دل میں جو بابِ گلستاں
گونج اٹھتی ہے رگ گردن میں جس کی داستاں
نعرہ بنتا ہے اسی کا نام زیر آسماں

شمع رکھتا ہے جو وقت پرفشاں کی طاق میں
تا قیامت گونجتا ہے گنبدِ آفاق میں

سونپتا ہے جو قلندر کو کلاہِ قیصری
جو بناتا ہے زمیں کو آسماں کا مشتری
چاکری کے سر پہ رکھتا ہے جو تاج سروری
بندگی کو بخشتا ہے جو مزاج داوری

کھولتا ہے باب خودیابی جو یوں انسان پر
ابن آدم جھومنے لگتا ہے اپنی شان پر

جو عمل کے طاق میں رکھتا ہے شمع اعتدال
ڈالتا ہے خنجر بُرّاں پہ جو عکس ہلال
بخشتا ہے عارضِ احساس کو جو خدوخال
جس کے دم سے سانس لینا سیکھ جاتا ہے خیال

نور برساتا ہے جو یوں عالم ابصار پر
صبح ہوجاتی ہے طالع مطلع افکار پر

Presented by www.ziaraat.com

شام بدنظمی کو دیتا ہے جو صبحِ انتظام
باغِ دل میں نصب کرتا ہے جو دانش کے خیام
ڈالتا ہے دشتِ فطرت میں جو طرح سقف و بام
بخشتا ہے جسمِ حکمت کو جو اعصابی قوام

فکر و فعل و قول پر رہتا ہے جو چھایا ہوا
جگمگا اُٹھتا ہے جس سے قلب گہنایا ہوا

لطف سے جو موڑتا ہے جادہ ہائے نفسیات
جو بدل دیتا ہے آب و رنگ تصویرِ صفات
جس سے بن جاتا ہے تعمیری تصور ذی حیات
جس سے تنہائی میں روحِ زندگی کرتی ہے بات

محفلِ آفاق میں تابندہ رہتا ہے وہی
نفسِ عالم گیر بن کر زندہ رہتا ہے وہی

جو سمجھتا ہے محل حکمِ تعجیل و دُرنگ
جو حکم ہوتا ہے مابین اُمورِ صلح و جنگ
جس کو چھو کر پنکھڑی کا روپ بھر لیتا ہے رنگ
بخشتا ہے جو نقوشِ فکر کو ترتیب رنگ

جھوم کر بادل کی صورت خیمۂ اخلاق پر
پھول برساتا ہے جو تاریخ کے اوراق پر

مرحمت کرتا ہے سینوں کو دوبارہ جو بشر
وقتِ سارق سے متاعِ بردۂ دل چھین کر
نوعِ انساں کو عطا کرتا ہے جو بارِ دگر
آدمی کے دیدۂ باطن کی مسروقہ نظر

اور برآمد کر کے جیبِ دُزد سے ایقان کو
بخشتا ہے جاگتا انسان جو انسان کو

Presented by www.ziaraat.com

ڈھالتا ہے جو نئے سانچوں میں آئین جہاں
جو عطا کرتا ہے فکر تازہ کو چشم وزباں
جو عمل کے کالبد میں نفخ کرتا ہے رواں
بخشتا ہے جو تخیل کے بدن کو استخواں

دن بنا کر خود پرستی کی اندھیری رات کو
جو سکھاتا ہے خرام ناز احساسات کو

بخشتا ہے جو سخن سے قلب انساں کو دمک
جس کے لعل نغز گو سینوں میں بنتے ہیں دھنک
سیکڑوں ذی ہوش انسانوں کو وقت مرگ تک
ہر نفس آتی ہے اپنی سانس سے جس کی مہک

انشراحِ صدر کی مہندی لگا کر پاؤں میں
بیٹھتی ہے زندگی جس کی نظر کی چھاؤں میں

ولولوں کی سطح کو دیتا ہے جو آب گہر
جس کے روشن سائے میں پروان چڑھتی ہے نظر
جس کے لہجے میں گندھے ہوتے ہیں سو شمس وقمر
جس کے لفظوں کے اُفق پر جگمگاتی ہے سحر

نام رہتا ہے اسی کا خاطر ممنون میں
جس کے فقرے دوڑتے ہیں آدمی کے خون میں

بخشتا ہے معتدل فکر وعمل کو جو وقار
آندھیوں کو جو بناتا ہے نسیم لالہ زار
جس کے ابر نطق سے پاتی ہے سیرت برگ وبار
معنوی آبائے انسانی میں ہوتا ہے شمار

بارشیں قرنوں کی اُس کا قصر ڈھا سکتی نہیں
آندھیاں اس کے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں

Presented by www.ziaraat.com

حسینؑ

پارۂ سوم

تھا انھیں آبائے انسانی میں اک مردِ جلیل
قبلۂ عالم، امام عصر، امیر بے عدیل
اعتبار موج کوثر، آبروئے سلسبیل
فخر اسمٰعیل جانِ مصطفٰےؐ نازِ خلیلؑ

محورِ گیتی و گردوں مرکز دنیا ودیں
مہبط آوازِ حق مخدومِ جبرئیل امیں

شاہ ارباب حوادث، شارع دین وفا
مخزنِ جنس ہدایت، مصدرِ صدق وصفا
صاحبِ امر قدر سلطان آئین قضا
شاہد گل پیرہن شہزادۂ رنگیں قبا

کردگارِ عصر عرفاں، شہر یارِ زندگی
کشتۂ حق فاتح مرگ افتخار زندگی

ماہِ ایماں راہ عرفاں شاہِ احساں جاہ دیں
شانِ حق آنِ کرم جانِ صفا کانِ یقیں
پور حیدر، صور ہیجاں، نور جاں، طور مبیں
آب ایقاں باب ضوتاب فلک داب زمیں

اوج بام دل نوازی موج بحر التفات
بدر چرخ سرفروشی صدر بزم کائنات

عالم اسرارِ عالم عارف ذات وصفات
ناظم شہر ثقافت ناشر اخلاقیات
ناصر حق پیکر آئین دستور نجات
نازشِ تاریخ میر وقت و دارائے حیات

حرف دیں نطق مبیں درس عمل فخر ملل
بربط دست مشیت نغمۂ ساز ازل

Presented by www.ziaraat.com

مطلع مہر شہادت مشرق ماہِ شہود
مصلح اوضاع ہستی معنی حرف وجود
منزل اشراق معراج بشر موج صعود
منبر الطاف محراب کرم میزا ن جود

مظہر حسن عمل شمع حریم حیدریؑ
مورث اقطابِ عالم وارثِ پیغمبری

منکسر خوددار شبنم طبعِ صفدر بردبار
صبر پیماں شام گستر روز در شب زندہ دار
تاج کوب اورنگ سوز ایواں شکن سلطاں شکار
اوصیائے اجلال پیغمبر حشم یزداں وقار

جامع ابریق سنداں صاحبِ سیف وقلم
چتر حق بالائے سرتاج شہاں زیر قدم

شمع عرفاں آفتاب رشد قندیل اصول
مشعل باب نبوت کعبۂ حسن قبول
بوستان مرتضٰی فردوس آغوش بتولؑ
زینت اورنگ قدرت راکب دوش رسولؐ

اسم اعظم در بغل گل ہائے عرفاں در کلاہ
خلد برکف آسماں بردوش کرسی برنگاہ

Presented by www.ziaraat.com

عصرِ حسینؑ

پارۂ رابع

ہاں اسی کے دور میں گیتی پہ چھایا تھا جنوں
آدمی پر چل گیا تھا حبِ دولت کا فسوں
بج رہے تھے منبروں پر سیم و زر کے ارغنوں
حملہ آور ہو گئی تھی دین پر دنیائے دوں

ظلمتوں کے ٹھٹ لگے تھے روشنی کے سامنے
موت منھ کھولے کھڑی تھی زندگی کے سامنے

خیر و شر کے قاعدے سود و زیاں کے ضابطے
زیست کے محکم اصول انسانیت کے مسئلے
کیف و کم کی مشعلیں اقدارِ نازک کے دیے
رہگزارِ باد پر رکھے ہوئے تھے دیر سے

بڑھ چکے تھے برق و طوفاں سفینوں کی طرف
اٹھ رہے تھے سیکڑوں گھن آبگینوں کی طرف

جمع تھے گنجِ ہدایت میں جو معنی کے گہر
علم و حلم و بذل و فضل و رافت و فکر و نظر
روشن آوازوں کے انجم شستہ لمحوں کے قمر
آ رہی تھی آنچ ان کل سکہ ہائے نور پر

قاہری بے چین تھی کروٹ بدلنے کے لئے
شعلہ جھپٹا تھا شگوفوں کو نگلنے کے لئے

لیلیٰ حق کے اجاڑے جا رہے تھے خد و خال
مصحفِ دوراں کے پھاڑے جا رہے تھے ماہ و سال
نعرہ ہائے شہر یاری نے بذوق جاہ و مال
چھین لی تھی گوشِ انسانی سے آوازِ ملال

لے رہی تھی پینگ تاریکی دلوں کے شہر میں
بہہ رہی تھی دھوپ صلح و آشتی کی نہر میں

Presented by www.ziaraat.com

قصر شاہی میں بھنبھوڑی جا رہی تھی زندگی
دست وحشت سے جھنجھوڑی جا رہی تھی زندگی
موت کی خاطر نچوڑی جا رہی تھی زندگی
سوئے تاج و تخت موڑی جا رہی تھی زندگی

اور جھوڑا جا رہا تھا زندگی کے باغ کو
توڑ کر موتی کھلائے جا رہے تھے زاغ کو

بجھ گئے تھے ہر روش پر رشد کے نقش قدم
چگ رہا تھا بہترین اوصاف کو بوم درم
خندہ زن تھا قصر کی صولت پہ دولت کا بھرم
پر فشاں تھا خود حرم کے بام پر شاہی علم

پل پڑا تھا لشکر حیوانیت انسان پر
پاؤں رکھا چاہتی تھی خسروی قرآن پر

گھر چکی تھی تیرگی کی یورشوں میں شمع طور
شعلہ ہائے روشنی ہونے ہی کو تھے چور چور
زلزلوں کی حکمرانی تھی زمیں پر دور دور
ہل رہے تھے قصر ہائے مقبلانِ ذی شعور

پختہ کاران جہاں بھی صید فکر خام تھے
انبیا عرش بریں پر لرزہ براندام تھے

تیرگی کی جیب میں تھی دولت شمس و قمر
جل رہا تھا خانۂ دیرینۂ فکر و نظر
زندگی پر یوں جہنم کا تسلط دیکھ کر
اک عظیم انسان بہر خدمت نوع بشر

رنگ بھرنے زندگی کے نقش میں قانون کا
دوش پر لے کر سبو آیا خود اپنے خون کا

Presented by www.ziaraat.com

اور زوالِ جہاں بانی

پارہ خامس

جس کے ہر قطرے میں تھی قلزم کی طغیانی وہ خون
کاہ جس کی راہ میں تھا کوہ سلطانی وہ خون
جس کے آگے خسروی کی آگ تھی پانی وہ خون
غرق ہو کر رہ گئی جس میں جہاں بانی وہ خون

جس کی موجوں میں خم تیغ و مزاج سنگ تھا
نوحؑ کا طوفان جس کے دبدبے سے دنگ تھا

جو لوائے عزم و اعلان صداقت تھا وہ خون
جو چراغ حکمت و شمع ہدایت تھا وہ خون
خاک پر جو آبشار آدمیت تھا وہ خون
جو علیل انسانیت کا غسل صحت تھا وہ خون

جس نے ظلمت کو خیابانِ چراغاں کر دیا
کفر پر وہ رنگ برسایا کہ ایماں کر دیا

جو طبیب و چارہ ساز نوع انساں تھا وہ خون
گردن قاتل پہ جو شمشیر براں تھا وہ خون
ساغر مقتول میں جو آب حیواں تھا وہ خون
جو نبوت کے ادارے کا نگہباں تھا وہ خون

عرصۂ آفاق جس کی وسعتوں پر تنگ تھا
جس کے پرتو سے رخ پیغمبری گل رنگ تھا

جس میں غلطیدہ تھا اوجِ روحِ انسانی وہ خون
جس میں تھی رُوح الامیں کی بال جنبانی وہ خون
جس میں تھی مہر نبوت کی درخشانی وہ خون
دیکھتے تھے جس میں منھ آیاتِ قرآنی وہ خون

جس کی ہر اک بوند میں طوفانِ صد آہنگ تھا
جس میں روئے مرتضےٰؑ و مصطفےٰؐ کا رنگ تھا

Presented by www.ziaraat.com

چرخ پر مانند ابر کعبہ جو چھایا وہ خون
جس نے رُوحِ نوعِ انسانی کو چونکایا وہ خون
ڈوبتے قرآن کو ساحل پہ جو لایا وہ خون
خودمشیت کے جو آڑے وقت کام آیا وہ خون

کاٹ کر باطل کا سر اپنی انوکھی دھار سے
جس نے یزداں کو بچایا اہرمن کے وار سے

بنتِ پیغمبرؐ کی جس میں نوحہ خوانی تھی وہ خون
زینبؑ و کلثومؑ کی جس میں کہانی تھی وہ خون
پھول سے بچے کی جس میں بے زبانی تھی وہ خون
قاسمؑ و اکبرؑ کی جس سے نوجوانی تھی وہ خون

جس کی ہر اک بوند میں یادِ علم بردار تھی
جس سے اک بیمارؑ کی زنجیر میں جھنکار تھی

ہاں اُسی کی رو میں روح صفدری آگے بڑھی
خامشی کانپی، نشید حیدری آگے بڑھی
تھرتھرائیں ظلمتیں، پیغمبری آگے بڑھی
جگمگائی صبح تابِ داوری آگے بڑھی

اس زمیں کو داد اَوج آسماں دینے لگا
ذرّہ ذرّہ قبلہ رُو ہوکر اذاں دینے لگا

ہیبت حق، دہشت انگیزوں پہ طاری ہوگئی
ہر پلک آنکھیں جھکیں ڈر کر تو بھاری ہوگئی
تاج داری کی جلالت غرق خواری ہوگئی
پارہ، پارہ، آبروئے شہر یاری ہوگئی

خون کے بادل اٹھے قلعوں کی جانب مڑ گئے
اور یوں برسے پہاڑوں کے پرخچے اُڑ گئے

Presented by www.ziaraat.com

نوحۂ غم بن گیا ہر نغمۂ فتح و ظفر
دابِ حق سے زلزلے خود ہو گئے زیر و زبر
قصر کی تکمیل سے اُبھری شکستِ بام و در
فرقِ شاہنشاہ پر گھن بن گئی قندیل زر

گردنیں خود اپنی ہی تیغوں سے کٹ کر رہ گئیں
کشتیاں ساحل پر آتے ہی اُلٹ کر رہ گئیں

صاحبانِ آب و ساغر دشت و صحرا بن گئے
خستگان تشنہ لب تسنیم و طوبیٰ بن گئے
دیو پیکر صید مرگِ صبر پیما بن گئے
اور جو بے جان تھے رشکِ مسیحا بن گئے

کیا غضب ہے جو ڈراتے تھے وہ خود ہی ڈر گئے
یہ عجب ہے جی اٹھے مقتول قاتل مر گئے

یوں بجھا کر رکھ دیئے آہوں نے دولت کے دیئے
آنسوؤں میں بہہ گئے طبل و علم کے دبدبے
بیڑیوں کی گونج سے ایوان تھرانے لگے
ایک بی بیؑ کی خطابت نے وہ ڈالے زلزلے

اشکِ خوں روشن ہوئے نظروں سے تارے گر گئے
خاک پر قصر حکومت کے منارے گر گئے

گوہر خوش آب نے شعلے کو پانی کر دیا
ضعف نے طاقت کو صید ناتوانی کر دیا
فقر نے دولت کو محوِ نوحہ خوانی کر دیا
دین نے دُنیا کو وقفِ سرگرانی کر دیا

صرف اک تنویر نے ظلمت کی خندق پاٹ دی
پنکھڑی کی دھار نے لوہے کی گردن کاٹ دی

Presented by www.ziaraat.com

منافقین واسلام

دوم

پارۂ خامس

اہل دل سے کہہ رہی ہے یہ مورخ کی زباں
بعد پیغمبر ہوئی تھیں کس طرح سرگوشیاں
چھا گیا تھا ہر طرف کس طرح دولت کا دھواں
کیا دبے پاؤں چلے تھے سازشوں کے کارواں

اب بھی ان امواج میں ڈوبی پڑی ہے کربلا
ہاں انہیں کی ایک تاریخی کڑی ہے کربلا

کربلا میں امرحق کی برتری سے جنگ تھی
طاقت نان شعیرِ حیدری سے جنگ تھی
عظمت دیرینۂ پیغمبری سے جنگ تھی
جس کا قرآں میں ہے ذکر اس داوری سے جنگ تھی

کب نفاق ارباب حق سے برسرپیکار تھا
وہ خدا پر آخری لات وہبل کا وار تھا

کفر نے کاٹا نہیں تھا مصحف ناطق کا سر
اصل میں قرآن وہ پھینکا گیا تھا پھاڑ کر
حملہ آور ابن حیدر پر نہ تھے ارباب شر
ضرب تھی وہ اصل میں اسلام کی بنیاد پر

چند جاں بازوں کی جانب رخ نہ تھا آفات کا
دن پہ وہ دراصل دھاوا تھا اندھیری رات کا

وہ نہ تھا افتاد طشت حق کا صوتی ارتعاش
مصطفیٰؐ سے دشمنی کا وہ ہوا تھا راز فاش
خیمۂ شبیر کو گھیرے نہیں تھے بدقماش
گردن حق کے لئے تھی ریسماں کی وہ تلاش

اشقیاء جھپٹے نہ تھے ابن شہ لولاک پر
اصل میں بت آستینوں سے گرے تھے خاک پر

Presented by www.ziaraat.com

اے محبانِ حسین

کچھ خبر بھی ہے محبانِ حسینِ دور بیں
موت ہے شبیریت کے دائرے میں انگبیں
اتباعِ مرشد حق پرور و عہدِ آفریں
کاروبار مرگ ہے بازیچۂ طفلاں نہیں

زہر سے لبریز ہے جام حسین ابن علی
جان دینا ہو تو لو نام حسین ابن علی

رعب سلطانی کو ٹھکراؤ تو لو نام حسین
بولتے رن میں نہ گھبراؤ تو لو نام حسین
دشمنوں کی پیاس بجھواؤ تو لو نام حسین
موت کی چھاتی پر چڑھ جاؤ تو لو نام حسین

حلق سے تیغوں کا منھ موڑو تو لو نام حسین
برگ سے فولاد کو توڑو تو لو نام حسین

خود پہ باب تشنگی کھولو تو لو نام حسین
دل کو برق و رعد میں تولو تو لو نام حسین
دوست دار دشمناں ہو لو تو لو نام حسین
تیغ کے نیچے بھی سچ بولو تو لو نام حسین

ظلم کی تعمیر کو ڈھا دو تو لو نام حسین
شمع سے آندھی کو چکرا دو تو لو نام حسین

خود کو تیغوں کی طرف ریلو تو لو نام حسین
مسکرا کر آگ سے کھیلو تو لو نام حسین
جملہ ممکن سختیاں جھیلو تو لو نام حسین
اول اپنا امتحاں لے لو تو لو نام حسین

ہاں پرکھ لو خوب ہمت کو تو لو نام حسین
جانچ لو اپنی شرافت کو تو لو نام حسین

Presented by www.ziaraat.com

خانہ بربادی پہ اتراؤ تو لو نام حسین
بے کسی پر ناز فرماؤ تو لو نام حسین
چاند سے ٹکڑوں کو گہناؤ تو لو نام حسین
رن میں اک بے شیر کو لاؤ تو لو نام حسین

بے کسی کی موت نعمت ہو تو لو نام حسین
دھوپ میں سونے کی ہمت ہو تو لو نام حسین

عزت دستور پر جو سر کٹا سکتا نہیں
جو خود اپنے ہی چراغوں کو بجھا سکتا نہیں
تان کر سینے کو جو میداں میں آ سکتا نہیں
موت کو جو اپنے کاندھے پر اٹھا سکتا نہیں

ہاں خود اپنے خون میں کشتی جو کھے سکتا نہیں
وہ حسین ابن علی کا نام لے سکتا نہیں

اے حسینؑ

پارۂ سادس

اے حسین ابن علی اے خسرو روحانیاں
اے دماغِ پختہ کی آواز اے دل کی زباں
اے شہ ملک ابد اے راکب عصر دواں
موت سے تیری ابلتی ہے حیات جاوداں

تو ازل سے تا ابد پھیلا ہوا منثور ہے
اے کہ تیرا وقت کے دونوں سروں پر نور ہے

کر دیا تو نے یہ ثابت اے دلاور آدمی
زندگی کیا موت سے لیتا ہے ٹکر آدمی
کاٹ سکتا ہے رگ گردن سے خنجر آدمی
لشکروں کو روند سکتے ہیں بہتّر آدمی

ضعف ڈھا سکتا ہے قصر افسر و اورنگ کو
آبگینے توڑ سکتے ہیں حصار سنگ کو

Presented by www.ziaraat.com

پشت پر تیری ہیں اتنی عظمتوں کے کارواں
سجدہ کرتی ہے زمیں کو صولت ہفت آسماں
یوں ترے سر پر ہے گرداں چترِ عمر جاوداں
دنگ ہیں تاج مسیح و خضر کی تابانیاں

تو بشر کی ہمت عالی کا وہ اعجاز ہے
جس پہ یزداں و بشر دونوں کو اب تک ناز ہے

تو صدا دے کر نہ پلٹا تا جو سوئے آب جو
تشنہ لب انسان مر جاتا بھٹک کر کو بہ کو
اہل دنیا بر بنائے آرزوئے رنگ و بو
اہرمن کی سمت مڑ جاتا اگر ہوتا نہ تو

اس زمین پر کھینچ کر تو نے حدیں آئین کی
زلزلوں کی پشت پر رکھ دی بنا تمکین کی

پرتو آیات ہے تیرے دل حسّاس پر
تو گہر افشاں قلم ہے کوثریں قرطاس پر
زندگی تلتی ہے تیرے خون کی مقیاس پر
کشتیٔ ایثار چلتی ہے ترے انفاس پر

کاروانِ ارتقا کا رہبر کامل ہے تو
سینۂ گیتی و گردوں کا دھڑکتا دل ہے تو

تیری موج نطق میں ہے نغمۂ سازِ حیات
تیرا ہر خط جبیں ہے جادۂ ذات و صفات
تیری ہر موج نفس ہے انشراحِ کائنات
تیری مژگاں کی ہر اک لرزش ہے تفسیر حیات

جھومتے رہتے ہیں عرش و فرش تیرے ساز سے
زندگی جنبش میں آتی ہے تری آواز سے

Presented by www.ziaraat.com

نصب تو نے کر دئے انساں کی عظمت کے خیام
مرحمت تو نے کیا تو قیر آدم کو دوام
جھوم کر تو نے شہادت کا پیا جس وقت جام
روحِ دوراں نے محمد کو کیا جھک کر سلام

مصطفٰے کی کشتیِ نازش کو کھینے کے لئے
انبیاء آئے مبارک باد دینے کے لئے

تشنگی کو موجۂ یم نے مبارک باد دی
خاک داں کو عرش اعظم نے مبارک باد دی
فاتح خیبر کو آدم نے مبارک باد دی
فاطمہ زہرا کو مریم نے مبارک باد دی
فتح کے نغمات نکلے زندگی کے ساز سے
کبریا نے قدسیوں کی سمت دیکھا ناز سے

ذرہ ذرہ جلوہ گاہ ماہ کنعاں ہوگیا
حلقۂ خشت وخزف گوہر بہ داماں ہوگیا
بارگاہ آدمیت میں چراغاں ہوگیا
رشتہ برپا ذہن انسانی خراماں ہوگیا

پیکر ہستی میں نبض مدعا چلنے لگی
جس سے جی اٹھتے ہیں مردے وہ ہوا چلنے لگی

اے حسین اب تک تیرا نقش قدم تابندہ ہے
زندہ ہے پائندہ ہے نازندہ و رخشندہ ہے
روشن و پائندہ وبالندہ و بخشندہ ہے
گام زن تو جس پہ تھا وہ جادہ اب تک زندہ ہے

ضو فگن ہے ذہن کے ہر بند پر ہر جوڑ پر
شمع جو تابندہ ہے تیری گلی کے موڑ پر

Presented by www.ziaraat.com

سیکڑوں قلزم ملا کرتے ہیں تیرے جام سے
سیکڑوں گردوں بٹا کرتے ہیں تیرے بام سے
کس غضب کی لو نکلتی ہے ترے پیغام سے
زندگی کو جھرجھری آتی ہے تیرے نام سے

گونجتا ہے روح میں ہر نغمہ تیرے ساز کا
آج بھی کوندا لپکتا ہے تری آواز کا

اے حسین ابن علی اے بندۂ یزداں صفات
نور سے تیرے جھمکتی ہے جبین کائنات
محو ہو جائیں اگر دنیا سے تیرے واقعات
گنبد تاریخ پر چھا جائے ہیبت ناک رات

بھول سکتا ہی نہیں انسان قربانی تری
حافظے کے فرق کا جھومر ہے پیشانی تری

اے فضائے قدس کے ابر خراماں السلام
السلام اے شمعۂ ایوان عرفان السلام
السلام اے طرۂ تاج شہیداں السلام
السلام اے ذوالکلام و زندہ قرآں السلام

السلام اے سطوت محراب و منبر السلام
السلام اے خسرو ناموس اکبر السلام

اے گلوئے زیر شمشیر عدو تجھ پر سلام
کربلا کی خاک پر بہتے لہو تجھ پر سلام
دودمانِ مصطفیٰ کی آبرو تجھ پر سلام
اے بہ خوں غلطیدہ زلف مشک بو تجھ پر سلام

دین اہل درد و جان اہل ماتم السلام
شانۂ ایماں کے اے گیسوئے برہم السلام

Presented by www.ziaraat.com

شاہ غم کی شان میر سوگواراں السلام
مشعل افسردۂ شام غریباں السلام
اے مرے ڈوبے ہوئے مہر درخشاں السلام
اے دیارِ فاطمہ کے ماہ کنعاں السلام

قلب تسلیم ورضا کے صبر و افسر السلام
السلام اے دشت غربت کے مسافر السلام

سینۂ عباس کے سوز نہانی کو سلام
توسن ابن مظاہر کی روانی کو سلام
اصغر معصوم تیری بے زبانی کو سلام
اکبر نو خیز تیری نوجوانی کو سلام

مصطفیٰ کے لال کو حیدر کے پیارے کو سلام
فاطمہ زہرا تری آنکھوں کے تارے کو سلام

اے زمیں کی خسروی گردوں کی شاہی کو سلام
اے مدینے کی نسیم صبح گاہی کو سلام
اے شہادت کی ادائے کج کلاہی کو سلام
اے اجل کے روندنے والے سپاہی کو سلام

اے مرے ساونت اے میرے جری تجھ پر سلام
ناخدائے کشتی پیغمبری تجھ پر سلام

پھر بشر کے ذہن پر عکس جنوں ہے یا حسین
پھر حقیقت رہن اوہام وفسوں ہے یا حسین
پھر دل اقدارِ نازک غرق خوں ہے یا حسین
پھر بشر باطل کے آگے سرنگوں ہے یا حسین

آدل انجام کو پھر گرمیٔ آغاز دے
اے بہا دروقت کی آواز پر آواز دے

Presented by www.ziaraat.com

ہو چکے ہیں غرق پھر شیرازہ بندی کے عروق
پھر رواں ہیں ذلتیں سوئے تشفر جوق جوق
پھر شریعت ہے مساواتِ بشر کی بے وثوق
پھر خجل ہیں نوع انسانی کے بنیادی حقوق

پھر بغاوت کر رہا ہے زندگی سے آدمی
دیکھ پھر ٹکرا رہا ہے آدمی سے آدمی

پھر حیات نوع انسانی ہے کجلائی ہوئی
گل پڑے ہیں ولولے جرأت ہے مرجھائی ہوئی
پھر زمین و آسماں پر موت ہے چھائی ہوئی
موت بھی کیسی خود اپنے ہات کی لائی ہوئی

چہرۂ امید کو رخشندگی دے یا حسین
زندگی دے زندگی دے یا حسین

عکس اپنا ڈال پھر اس خاک داں پر اے حسین
پھر عطا فرما حدیث دل کو منبر اے حسین
بخش دے پھر بستہ قطرے کو سمندر اے حسین
زور حیدر زور حیدر زور حیدر اے حسین

خشک ہونے پر ہے جوئے عزم انساں یا حسین
موج طوفاں موج طوفاں موج طوفاں یا حسین

ہونکتا پھرتا ہے پھر سرمایہ داری کا وقار
اٹھ چکا ہے پھر عوامی برتری کا اعتبار
پھر خزاں کی آستاں بوسی پہ نازاں ہے بہار
پھر خدا کا ذوق تخلیق بشر ہے شرم سار

پھر زبوں ہے نفس انسانی کی حالت یا حسین
آ کہ پھر دنیا کو ہے تیری ضرورت یا حسین

Presented by www.ziaraat.com

جہل پھر رکھے ہوئے ہے علم کے سر پر قدم
خاک میں پھر مل چکا ہے آدمیت کا بھرم
زندگی پر مارتے پھرتے ہیں ٹھونگیں پھر درم
کھل چکا ہے پھر دل انساں میں سونے کا علم

پھر دف زر بج رہا ہے شور ہے اشرار کا
صف شکن یہ وقت ہے پھر تیغ کی جھنکار کا

ہم کو تیرا اور خود بھی خون کے دھارے میں تیر
دیکھ دیوار حرم تک آچکا ہے سیلِ دیر
شیر دولت نعرہ زن ہے تیغ اٹھا اے روح خیر
راہ پر چاندی نہیں آئے گی لوہے کے بغیر

یوں ہمیں للکار ہم بڑھ کر چٹانیں توڑ دیں
خیبر تہذیب زر کی سمت باگیں موڑ دیں

اے مجاہد روح پھر سینوں کو دے سوز شرر
اے مقدس تشنگی مواج ہو سر سے گذر
اے پیمبر موت انوکھی زندگی بن کر ابھر
اے مقرر خامش منبر پہ آ تقریر کر

اے لہو پھر قشقۂ پیشانی کردار بن
اے جراحت میان سے باہر نکل تلوار بن

دیکھ پھر قصر جہنم بن چکا ہے روزگار
آنچ میں غلطیدہ ہے پھر خیمۂ لیل ونہار
سرزمیں پر حکم راں ہے باہزاراں اقتدار
آتش و دودو دخان و شعلہ و برق وشرار

زندگی ہے برسرِ آتش فشانی یا حسین
آگ دنیا میں لگی ہے آگ پانی یا حسین

Presented by www.ziaraat.com

آوازۂ حق

کیوں کر نہ کروں شکر خدائے دو جہاں کا
بخشا ہے میرے دل کو مزا سوز نہاں کا
یکساں ہے مسرت کا محل ہو کہ فغاں کا
ہو نار جہنم بھی تو لطف آئے جناں کا

ہوتی ہے خوشی صحت و آزار سے مجھ کو
خلعت یہ ملا ہے تری سرکار سے مجھ کو

سینے میں چھپائے ہوں جو انوار کسی کے
دل میں نہیں آتے ہیں خیالات دوئی کے
رونے کے ہوں اسباب کہ سامان ہنسی کے
جو چیز ہے ڈھل جاتی ہے سانچے میں خوشی کے

لیلائے شب تار ہے یا حور سحر ہے
جس حال میں ہوں "حسن" مرے پیش نظر ہے

اغیار کی فوجیں ہوں کہ احباب کی محفل
گرمی کے بگولے ہوں کہ لیلیٰ کی ہو محمل
راہوں کی صعوبت ہو کہ خوابِ سرِ منزل
ہوتا ہے ہر اک چیز سے بشاش مرا دل

صد شکر مرے دل پہ حقیقت یہ عیاں ہے
ہر آئینے میں دوست کی تصویر نہاں ہے

ہر بات میں اک حسن ہے ہر شے میں نفاست
بدشکل کوئی چیز نہیں ہو جو بصارت
رونا بھی ہے اک راگ جو کامل ہے سماعت
ہر اشک کے ساغر سے ابلتی ہے بشاشت

آنکھیں ہوں اگر نار میں ہے نور کا جلوہ
ہر ذرۂ ناچیز میں ہے طور کا جلوہ

ہو ریگ کا انبار کہ برسات کا دریا
وہ جیٹھ کی ہو دھوپ کہ بادل کا ہو پردا
وہ لو کے تھپیڑے ہوں کہ ہو لوچ صبا کا
وہ خال سیہ ہو کہ چمکتا ہوا تارا

اے حسن کے صانع ترے اسرار نہاں ہیں
ہر شے میں کم و بیش کچھ انوار نہاں ہیں

شادی والم رنج و خوشی مدح و مذمت
آشفتگی وعیش و طرب دردو مصیبت
آشوب جہاں ،شام بلا صبح مسرت
سب ایک نظر آئیں جو ہو روح میں قوت

ہم دل کا اگر ساز ستاروں سے ملا دیں
گو تار بہت سے ہیں مگر ایک صدا دیں

نالے میں ہے جو نغمۂ بلبل میں نہیں ہے
جو زلف پریشاں میں ہے سنبل میں نہیں ہے
اکثر جو ہے اجزا میں کشش کل میں نہیں ہے
کانٹے میں بھی اک شان ہے جو گل میں نہیں ہے

در پردہ یہ سب ایک ہیں ظاہر میں جدا ہیں
سب اپنے مقامات پہ تصویر خدا ہیں

پیشانی تشویش میں ہے جلوۂ تمکیں
تلخی میں بھی پوشیدہ ہیں کچھ جوہر شیریں
ہر درد کی ایذا میں ہے اک پہلوئے تسکیں
جو داغ ہے وہ دل کے لئے تاج ہے زریں

یہ دل جو دھڑکتا ہے تو ایک قسم کی گت ہے
ہر زہر میں سنتے ہیں کہ تریاق کا ست ہے

Presented by www.ziaraat.com

جن کی یہ تمنا ہے کہ دائم رہیں مسرور
ہیں فلسفۂ طرز تمدن سے بہت دور
افراط خوشی غم ہے یہ فطرت کا ہے دستور
صدموں مین رخ راحت و آرام ہے مستور
ضو لطف کی ہے پردۂ آفات کے پیچھے
پنہاں ہے سپیدائے سحر رات کے پیچھے

دب جاتے ہیں غم سے جو خیالات ہیں اسفل
ہو جاتے ہیں انسان کے اخلاق مکمل
غم نفس کا قاتل ہے تو باطن کی ہے صیقل
مرجاتا ہے جب سانپ نکل جاتے ہیں سب بل
جی کھول کے رونا ہے علاج آنکھ کے تل کا
ہر آہ سے کچھ زہر نکل جاتا ہے دل کا

تکلیف کو تفریح بنا لینے کی صنعت
حاصل ہے انہیں جو ہیں پرستار حقیقت
آئینہ ہے اسرار کا ہر منظر قدرت
وہ چاند کی خنکی ہو کہ سورج کی حرارت
مہمل ہیں یہ لفظیں "یہ برا ہے وہ بھلا ہے"
جو کچھ ہے وہ صرف ایک تبسم کی ضیا ہے

ہو دوست کے پہلو میں نشیمن تو مسرت
مل جائے اگر راہ میں دشمن تو مسرت
ہو زیر قدم سبزۂ گلشن تو مسرت
کانٹوں میں الجھ جائے جو دامن تو مسرت
تدبیر اگر وصل کی ہو، رقص کی جا ہے
اور ہجر کی شب ہو تو تڑپنے کا مزا ہے

دنیا خس و خاشاک ہے دامن کو ہٹا لے
نازک ہے بہت دل غم ہستی سے بچا لے
اشکوں کے بخارات میں رہ دل کو سنبھالے
دانا ہے جو ہر غم میں خوشی ڈھونڈھ نکالے
کب شیشۂ دل گرد تکدر کے لئے ہے
ہر رنج میں آرام بہا در کے لئے ہے

پردے کو تعین کے دردل سے اٹھادے
کثرت نہیں وحدت ہے یہ آنکھوں سے دکھادے
ہاں بڑھ کے حجاب رخ جانا نہ ہٹادے
میداں کو حدیں توڑ کے ہموار بنا دے
چوٹی سے چلے کوہ کی خورشید کا جلوہ
ہستی کی رگ و پے میں ہو توحید کا جلوہ

Presented by www.ziaraat.com

جو سعی میں سرگرم ہے دو اس کے ہیں انجام
سرسبز ہو یا شومئ قسمت سے ہو ناکام
سرسبز اگر ہو تو مسرت کے چلیں جام
ناکام جو ہو تو بھی پیئے بادۂ گل فام
یہ دو وہ دوائیں ہیں جو یکساں ہیں اثر میں
جو یاس میں لذت ہے وہی فتح وظفر میں

اے دوست بتاتا ہوں تجھے روح کے اسرار
صدموں سے اگر چور ہے تیرا دل بیمار
آنکھیں تو اٹھا دیکھ ذرا حسن کے انوار
یہ چاند یہ سورج یہ نباتات یہ کہسار
کیوں تیرے خیالات پریشاں ہیں برادر
اک غم ہے، تو سو عیش کے ساماں ہیں برادر

غنچوں کی حیا گل کی ہنسی اوس کے گوہر
زرتار شفق، سرد ہوا، باغ معطر
رنگین گھٹا، قوس قزح، مہر منور
نغمے یہ پرندوں کے، پہاڑوں کے یہ منظر
ہے کون سی خوبی جو مہ نو میں نہیں ہے
کیا باغ ارم صبح کے پرتوں میں نہیں ہے؟

یہ غم ہے وہ راحت ہے یہ عقبیٰ ہے یہ دنیا
ان تنگ خیالات کے سائے سے نکل آ
ہر فکر سے منھ پھیر لے ہر رنج کو ٹھکرا
اونچا ہو بلندی پہ جھلک روح کو چمکا
محفل میں تصوف کی تجھے بار ملے گا
ہر سانس میں اک مصر کا بازار ملے گا

اُترے گی ترے دل میں ضیائے رخِ جاناں
کانٹوں میں بھی تجھ کو نظر آئیں گے گلستاں
آنکھیں ترے تلووں سے ملیں گے جن وانساں
جنت سے ہوا دے گا تجھے حور کا داماں
غل حشر میں ہوگا ہے یہ حیدر کا شرابی
آتا ہے وہ مے خانۂ کوثر کا شرابی

آزاد بھی ہو کشمکش سود وزیاں سے
ہاں دل کو بچا تیرگیٔ آہ و فغاں سے
لمحے جو گزرتے ہیں پھر آئیں گے کہاں سے
باہر تو نکل وہم کے تاریک مکاں سے
پھیلی ہے جہاں میں رخ جاناں کی تجلی
وہ دیکھ بلندی پہ ہے عرفاں کی تجلی

Presented by www.ziaraat.com

اس راہ مہمات میں آ، گر ہے جواں مرد
یہ راہ ہے جس میں نہیں اڑتی ہے کبھی گرد
چہرے کبھی اس راہ میں ہوتے ہی نہیں زرد
پھولوں کی مہک آتی ہے چلتی ہے ہوا سرد
دنیا ہے یہ وہ جس میں فلک ہے نہ زمیں ہے
ذرے میں یہاں وہ ہے جو سورج میں نہیں ہے

طے ہوتی ہے یاں دل کے دھڑکنے سے مسافت
سائے کی نہ حاجت ہے نہ ساماں کی ضرورت
اس راہ میں آنکھیں بھی اٹھاؤ تو نحوست
اس بزم میں گر سانس بھی لیجئے تو کثافت
نسبت کچھ اسے عالم ظاہر سے نہیں ہے
کچھ بحث یہاں مومن و کافر سے نہیں ہے

کیا خوب ہیں اس انجمن خاص کے دستور
بے قدر ہے جب تک کہ نہ ہو شیشۂ دل چور
آتا نہیں کچھ عقل میں ہوتے ہیں وہ مذکور
دوزخ میں وہی شے ہے جو چمکی تھی سرِ طور
ذرے میں جو ہے مہر درخشاں میں وہی ہے
جو کفر کے سینے میں ہے ایماں میں وہی ہے

اس بزم کے آداب ہیں سر چشمہ حکمت
آرام سے وحشت ہے تو لذات سے نفرت
پھر جائے جو ہستی سے نظر عین سعادت
دل پچھلے پہر رات سے دھڑکے تو عبادت
ہر دن جو گزرتا ہے یہاں ایک صدی ہے
اس دائرے میں ''موت'' حیات ابدی ہے

صحت میں نہیں جس کی یہاں نقص وہ بیمار
کاموں میں جو دنیا کے ہے مشغول وہ بیکار
آنے نہیں پاتے کبھی اس بزم میں زردار
زردار کے معنی ہیں کہ محتاج ہے نادار
دولت کی حقیقت کوئی سمجھی نہیں جاتی
منعم کی یہاں بات بھی پوچھی نہیں جاتی

اس راہ میں جو یاد کرے دوست کو، غافل
اس سے یہ نکلتا ہے ابھی دور ہے منزل
معشوق سے ہر وقت جنہیں قرب ہے حاصل
کس کو وہ کریں یاد؟ بتائے کوئی عاقل
دل آہ کبھی وصل میں بھرتا ہو تو کہہ دو
اپنے کو کوئی یاد جو کرتا ہو تو کہہ دو

Presented by www.ziaraat.com

جس کا یہ عقیدہ ہے کہ میں ''عبد، وہ معبود''
اس بزم کا قانون یہ کہتا ہے وہ ''مردود''
سب ایک حقیقت میں ہیں، ساجد ہو کہ مسجود
ہے کفر یہ کہنا یہ ''ایاز اور وہ محمود''
ہاں لفظ انا الحق میں انا باعثِ شر ہے
اس سے یہ ٹپکتا ہے خودی پیشِ نظر ہے
ہر دل کو یہاں کام ہے تسلیم و رضا سے
ہر لب کو یہاں عید ہے تسبیح خدا سے
کیا اس سے سروکار ہے بھوکے ہوں کہ پیاسے
پرہیز بڑا یہ ہے کہ نفرت ہو دوا سے
دعوت میں یہاں بھوک ہے خلعت میں کفن ہے
انعام یہاں سب سے بڑا دار و رسن ہے
اک روز ہوا شوق مرے دل میں یہ پیدا
اس راہ سے گزرے ہیں جو نام آور و یکتا
حالات بھی کچھ انکے میں دیکھوں کہ وہ تھے کیا
اس شوق میں تاریخ کے اوراق کو الٹا
فہرست میں اک نام تھا جو سب سے جلی تھا
مژدہ ہو کہ وہ نام حسین ابن علی تھا

قربان ترے نام کے اے میرے بہادر
تو جان سیاست تھا تو ایمان تدبر
معلوم تھا باطل کے مٹانے کا تجھے گر
کرتا ہے تری ذات پہ اسلام تفاخر
سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ صداقت کا سبق تھا
تلوار کے نیچے بھی وہی نعرۂ حق تھا
شعلے کو سیاہی سے ملایا نہیں تو نے
سر کفر کی چوکھٹ پہ جھکایا نہیں تو نے
وہ کون سا غم تھا جو اٹھایا نہیں تو نے
بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا نہیں تو نے
دامان وفا، گھر کے شریروں میں نہ چھوڑا
جو راستہ سیدھا تھا وہ تیروں میں نہ چھوڑا
ہر چند کہ ایوبؑ بھی اس فن میں تھے یکتا
یونسؑ نے بھی اک حد تک اسے خوب نبھایا
یعقوبؑ نے بھی زور تحمل کا دکھایا
پر سب سے رہا بڑھ کے محمدؐ کا نواسا
حیرت میں پیمبرؐ ہوئے وہ کر کے دکھایا
مرتے نہیں کس طرح اسے مر کے دکھایا

Presented by www.ziaraat.com

کرتا ہوں رقم معرکہ اب کرب وبلا کا
طوفان تھا، سیلاب تھا، ارباب جفا کا
سینوں میں تلاطم ہو وہ ساماں تھا وغا کا
بشاش مگر دل تھا امام دوسرا کا
ماتھے پہ شکن تھی نہ بدن غرق عرق تھا
رخ پر وہ صباحت تھی کہ سونے کا ورق تھا

فرماتے تھے سب قتل ہوئے مہر کے بانی
قاسم کہ تھا سم خوردہ برادر کی نشانی
اور حسن میں اکبرؑ تھا مرا یوسف ثانی
عباس تھا اسلام کی بھرپور جوانی
سینے میں خلش لب پہ مرے آہ نہیں ہے
ہر چند اب ان میں کوئی ہمراہ نہیں ہے

لشکر کی طرف دیکھ کے کہتے تھے یہ ہر بار
یہ طبل و علم ہیچ یہ انبوہ ہے بے کار
انجام پہ کر غور ذرا شمر بداطوار
کس شے نے کیا ہے تجھے اس جور پہ طیار
فاسق کے لئے جنگ امام دوسرا سے
بندہ کہیں منھ پھیر کے چلتا ہے خدا سے؟

اے شمر کوئی چیز ہے یہ فوج گنہگار
دنیا بھی اُمنڈ آئے تو پروا نہیں زنہار
مرعوب مجھے کر نہیں سکتے یہ سیہ کار
باطل سے بھی دبتے ہیں کہیں حق کے طرفدار
نازاں ہے کہ سردار ہوں میں فوج ستم کا
سررشتہ مرے ہاتھ میں ہے لوح و قلم کا

اس باپ کا بیٹا ہوں جو تھا اشجع عالم
جس فرق پہ تھا سایہ فگن فتح کا پرچم
جس ذات سے اسلام کی بنیاد تھی محکم
تھا اصل میں جو قوت پیغمبر اکرمؐ
طفلی میں بھی ساونت نے اژدر کو نہ چھوڑا
بے توڑے ہوئے قلعۂ خیبر کو نہ چھوڑا

جس روز مدینے کو سدھارے تھے پیمبرؐ
اس روز برادر کی جگہ پر تھا برادر
ہر چند کہ تیغوں کی چمک تھی سر بستر
سوتا تھا بڑے لطف سے تانے ہوئے چادر
دنیا میں کوئی ایسا جری ہو نہیں سکتا
جس طرح وہ سوئے تھے کوئی سو نہیں سکتا

Presented by www.ziaraat.com

یوں سامنے آ آکے اکڑنا نہیں اچھا
ایمان سے اس طرح بگڑنا نہیں اچھا
نادان بری بات پہ اڑنا نہیں اچھا
دنیا کے لئے دین سے لڑنا نہیں اچھا
ناپاک نہ بن دولت ناپاک کے بدلے
اکسیر کو ٹھکراتا ہے کیوں خاک کے بدلے

ثروت جو زیادہ ہو تو ایماں نہیں رہتا
انسان یہ وہ شے ہے کہ انساں نہیں رہتا
آسودگیٔ روح کا ساماں نہیں رہتا
دل انجمن حسن کے شایاں نہیں رہتا
دولت کو بہت لوگ یہ کہتے ہیں خدا ہے
میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ زر ایک وبا ہے

ہوں خواہشیں محدود تو ایذا نہیں ہوتی
ارماں جو ہوں کم زر کی تمنا نہیں ہوتی
قانع کو کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی
مومن پہ مسلط کبھی دنیا نہیں ہوتی
سلطاں بھی ہو جو صاحب حاجت تو گدا ہے
جس کو کوئی حاجت ہی نہیں ہے وہ خدا ہے

اے بندۂ زر چونک، مناسب نہیں غفلت
معلوم نہیں کیا تجھے دنیا کی حقیقت
کس نیند میں ہے؟ چھوڑ بھی باطل کی محبت
آحق کی طرف، دیکھ یہ حوریں ہیں یہ جنت
حوریں ہوں کہ فردوس، یہ ادنیٰ ساصلا ہے
خود حق میں وہ لذت ہے جو ان سب سے سوا ہے

دنیا ہے دنی ہیچ ہے دنیا کا زر و مال
تزلیل کی بنیاد ہیں یہ حشمت واجلال
ادبار کوئی چیز ہے دراصل نہ اقبال
وہ سر بھی کوئی سر ہے جو ہونے کو ہے پامال
بیدار ہیں دل جن کے وہ دنیا سے خفا ہیں
جو پھول کے طالب ہیں وہ کانٹوں سے جدا ہیں

تکلیف کے اسباب کو راحت نہیں کہتے
جو چند نفس، ہو اُسے لذت نہیں کہتے
طوفان مصائب کو مسرت نہیں کہتے
جس شے کو فنا ہو اسے نعمت نہیں کہتے
آرام کی خواہش نہ کرو قوت زر سے
لبریز کرو روح کو اللہ کے ڈر سے

Presented by www.ziaraat.com

غدار زمانے کی لگاوٹ سے خبردار
بیدار ہو، بیدار ہو، ہشیار ہو ،ہشیار
جھوٹی یہ امیدیں ہیں پریشان ہیں افکار
کس نشے میں بدمست ہے دنیا کے طلبگار
یہ شاخ ہے وہ جو کبھی پھولی نہ پھلی ہے
دنیا تجھے نادان کدھر لے کے چلی ہے

کھینچے لئے جاتا ہے کہاں تجکو زمانہ
سننے کے سزاوار نہیں ہے یہ فسانہ
دولت ہی کوئی اصل میں شے ہے نہ خزانہ
دھوکا ہے یہ دھوکا ہے، بہانہ ہے بہانہ
واللہ کہ تو حرص کے سانچے میں ڈھلا ہے
حق چھوڑ کے باطل کی پرستش کو چلا ہے

دنیا جسے کہتے ہیں کثافت کا ہے انبار
خنزیر کی ہڈی سے بھی کچھ بڑھ کے ہے مردار
ناپاک ہے بداصل ہے کم ظرف ہے بدکار
مُردار شکم اس کا، تو پشت اسکی ہے بیمار
مبروص کے داغوں سے غفونت میں سوا ہے
ذلت کا یہ لقمہ ہے سگوں کی یہ غذا ہے

تو فخر سے کہتا ہے جسے عیش و تنعم
وہ خواب کی جنت ہے وہ فردوس تو ہم
نالے ہی کی روداد ہیں نغمہ کہ ترنم
ہے مہر فغاں روشنیٔ ماہِ تبسم
تو جس کو سمجھتا ہے کہ فردوس بریں ہے
دھندلی سی مسرت کا وہ سایہ بھی نہیں ہے

جاگو رِ غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت
کھل جائے گی تجھ پرتری دنیا کی حقیقت
عبرت کے لئے ڈھونڈھ کسی شاہ کی تربت
اور پوچھ کدھر ہے وہ تری شان حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے
اے کاسۂ سر بول ترا تاج کہاں ہے

یہ کہہ کے جو مولیٰ نے نظر کی سوئے کفار
تھا سر کو جھکائے ہوئے ہر ایک سیہ کار
ہر شخص کے چہرے پہ خجالت کے تھے آثار
یہ رنگ جو دیکھا تو کہا شمر نے بیدار
ہشیار! مراتب کے طلب گار جوانو!
ہو جاؤ بس اب جنگ پہ تیار جوانو!

Presented by www.ziaraat.com

تقریر میں کامل ہیں بہت حضرت شبیرؑ
ہو جاؤ گے گمراہ اگر ہو گئی تاثیر
کیا دیر ہے؟ میداں میں بڑھو تول کے شمشیر
یہ زر ہے یہ دولت ہے یہ منصب ہے یہ جاگیر
ہو جاؤ گے بشاش وہ انعام ملے گا
کہتا ہوں کئی پشت تک آرام ملے گا

کفار کو یہ شمر نے لالچ جو دلائی
دنیا نے بصد ناز جھلک اپنی دکھائی
جھنکار میں تیغوں کی بڑے ناز سے آئی
سینوں میں درآئی تو کلیجوں میں سمائی
سب بھول کے دنیا کی طرف ہو گئے ظالم
کروٹ ابھی بدلی تھی کہ پھر سو گئے ظالم

دنیا کے تماشے سے ہوئے اہل جفا کور
تلواریں کھینچیں میاں سے قرنا کا اٹھا شور
گھوڑوں کو نچانے لگے میدان میں شہ زور
ڈھالیں جو اٹھیں رن میں گھٹا چھا گئی گھنگور
سایہ کیا پرکھول کے ہیبت نے فضا پر
چوٹیں وہ تواتر سے پڑیں طبل وغا پر

حضرت نے کہا ''شکر ہے کامل ہوئی حجت''
ہوجائیگی اب امت بیمار کو صحت
اے خالق کونین یہ بندے پہ عنایت
بخشی ہے مجھے خدمت تکمیل نبوت
ڈرتا ہوں خوشی کی کہیں تکمیل نہ ہوجائے
اشکوں میں لہو جسم کا تبدیل نہ ہوجائے

ہر چند بظاہر یہ مصیبت کے ہیں ساماں
جب دیکھتا ہوں غور سے کچھ راز ہے پنہاں
ظاہر میں جو کانٹے ہیں وہ در پردہ گلستاں
یہ گرد نہیں حضرت یوسفؑ کا ہے داماں
ہاتھوں پہ لئے تاج صداقت نکل آئی
جب چاک ہوا عیش کی صورت نکل آئی

بس اتنے میں ناگاہ برسنے جو لگے تیر
خیمے کی طرف دیکھ کے چپ ہو گئے شبیرؑ
گھوڑے کو بڑھا کر یہ پکارے شہ دلگیر
مجبور ہوں اب کھینچتا ہوں میاں سے شمشیر
ہنگام وغا برق ہوں طوفاں ہوں غضب ہوں
ہشیار کہ میں روح شجاعانِ عرب ہوں

Presented by www.ziaraat.com

وہ سامنے آئے جسے مرنا ہو گوارا
بہتا نظر آئے گا یہاں خون کا دھارا
گھٹ جائے گا دم بھر میں ابھی زور تمہارا
رہتا ہے سدا حق کا بلندی پہ ستارا
جنگاہ میں باطل کے قدم گڑ نہیں سکتے
دیکھو کہے دیتا ہوں کہ تم لڑ نہیں سکتے

جو سخت ہے جرأت کبھی اس دل میں نہیں ہے
حق حق نہ رہے زور یہ باطل میں نہیں ہے
سطوت کی صفت فرقۂ غافل میں نہیں ہے
ہمت کا نشاں فطرت جاہل میں نہیں ہے
نامرد کبھی تاب جفا لا نہیں سکتا
کافر کبھی مومن پہ ظفر پا نہیں سکتا

جس قلب میں ہے کفر وہ دوزخ کا دھواں ہے
جس دل میں معارف ہیں وہ اک برقِ تپاں ہے
باطل کا جو حامی ہے وہ بے نام و نشاں ہے
جو حق کا طرفدار ہے اک شیر ژیاں ہے
سچائی کے قدموں پہ سر فتح و ظفر ہے
جرأت بھی اسی سمت ہے ایمان جدھر ہے

جو لوگ کہ ڈر جاتے ہیں بادل کی صدا سے
کانپ اٹھتے ہیں بچوں کی طرح ذکر وغا سے
جب ہوتی ہے مذہب کی کشش فضل خدا سے
لڑ جاتے ہیں دبتے نہیں ارباب جفا سے
ہر گز نہ ڈرو کفر سے ایماں کا سبق ہے
ان کی یہ شجاعت نہیں یہ قوت حق ہے

بزدل میں بھی جب قوت حق بھرتی ہے جرأت
اتنی بھی نہ حق کیا مجھے بخشے گا جلالت
دکھلا دوں میں تم کو کہ یہ ہوتی ہے شجاعت
حاصل ہے مجھے قوت حق زور امامت
یہ جنگ کا طوفان ہے کچھ سیر نہیں ہے
میدان سے ہٹ جاؤ کہ اب خیر نہیں ہے

مولا کا مزاج اتنا جو برہم نظر آیا
لشکر پہ عجب خوف کا عالم نظر آیا
سامان جفا درہم و برہم نظر آیا
کی جس سر خیرہ پہ نظر خم نظر آیا
خاموش صفیں یاس کے عالم میں کھڑی تھیں
مردہ تھیں نگاہیں کہ زمینوں میں گڑی تھیں

Presented by www.ziaraat.com

لکھا ہے ادھر تھا بن قطبہ کوئی سردار
مرحب سے بھی کچھ بڑھ کے شجاعت میں نمودار
بدمست کئی من کا سجے جسم پہ ہتھیار
نعرہ تھا کہ خالی نہیں جاتا ہے مرا وار
دو سو تھے زرہ پوش ستم گار کے پیچھے
جس طرح کہ بل کھاتی ہے دم مار کے پیچھے

آیا عجب انداز میں میداں میں ستم گر
ڈوبا ہوا فولاد کے ساماں میں سر اسر
کف منہ میں لہو جوش میں غصے سے جبیں تر
ہتھیاروں کی آواز تو وہ زین کی چرمر
دل میں تھا غضب نشۂ پندار تھا سر میں
اک تیغ تو تھی ہاتھ میں اور ایک کمر میں

اس طرح جو آیا وہ قریب شہ ابرار
مولا نے کہا نارجہنم کے طلب گار
اب دیر مناسب نہیں ہاں وار بس اب وار
جو ہر جو دکھانا ہوں تو بڑھ تول کے تلوار
ہم وہ ہیں کہ دشمن پہ بھی شدت نہیں کرتے
جو حق کے پرستار ہیں سبقت نہیں کرتے

یہ سن کے بڑھا تول کے نیزہ جو وہ گمراہ
رستم کی صدا آئی کہ العظمت للہ
نیزے کو ابھی اس نے گھمایا تھا کہ ناگاہ
ترچھی ہوئی اس شان سے شمشیر یداللہ
کم بخت کے نیز کے لئے ضرب فنا تھی
اس حسن سے کاٹا تھا کہ ہر پور جدا تھی

غصے میں کماں لے کے بڑھا تب وہ ستم گار
بے رحم نے چلے سے بڑھایا لب سوفار
شبیرؑ نے یہ دیکھ کے چمکایا جو رہوار
نیزے پہ اڑالاے کماں سید ابرار
ظالم نے کماں دیکھی جو نیزے کی انی پر
اک تیر سا گویا کہ لگا قلب شقی پر

شرمایا تو نامرد بڑھا تول کے تلوار
تادیر شہ دیں پہ تواتر سے کئے وار
بھینسے کی طرح ہانپ رہا تھا وہ بد اطوار
حضرت نے کہا اب مری باری ہے خبردار
اتنی تو خبر تھی کہ چلی فرق لعیں پر
دیکھا تو اتر آئی تھی مرکب سے زمیں پر

Presented by www.ziaraat.com

خوں پونچھ کے حضرت نے کیا نعرۂ تکبیر
تلوار سے ہنس کر یہ کہا واہ ری شمشیر
چلتی ہے تو کرتی نہیں دم بھر کی بھی تاخیر
کس حسن سے تو کھینچتی ہے موت کی تصویر
تو موت کا سیلاب ہے تو برق فنا ہے
پیغام اجل کا ترے دامن کی ہوا ہے

مارا گیا اس طرح جو لشکر کا نمودار
چہروں سے اڑے رنگ وہ گھبرا گئے کفار
حضرت نے ڈپٹ کر یہ کہا فوج بداطوار
بڑھتا نہیں تم میں سے کوئی کھینچ کے تلوار
سردار کے مرنے کا تمہیں درد نہیں ہے
کیا اتنے جوانوں میں کوئی مرد نہیں ہے

یہ فوج کا انبوہ یہ میں یکہ و تنہا
مارا ہوا صدموں کا کئی روز کا پیاسا
یہ کیا ہے کہ لاکھوں کو نہیں جنگ کا یارا
تف اے سپہ شام شجاعت وہ ہوئی کیا
تم لرزہ براندام ہو عزت گئی سب کی
تکلیف میں روحیں ہیں شجاعانِ عرب کی

یہ سن کے بھی جب کوئی نہ میدان میں آیا
خود ان کی طرف آپ نے گھوڑے کو بڑھایا
تلوار چمکنے لگی گرنے لگے اعدا
دو ہو گیا کوئی کوئی تڑپا کوئی بھاگا
آنکھوں میں چکا چوند تھی حیراں تھے ستمگر
آپس میں مگر دست و گریباں تھے ستمگر

جس سمت جھپٹتا تھا وہ شیر صف جنگاہ
گر گر کے فنا ہوتے تھے وہ گھوڑوں سے بدخواہ
کفار میں تھا شور کہ العظمت للہ
آتے بھی ہیں شیروں کے مقابل کہیں روباہ
ترتیب صفوں میں تھی نہ وہ شان پروں کی
برسات کا طوفان تھا بارش تھی سروں کی

کیا جوہر شمشیر تھا کیا زور شجاعت
نزدیک کوئی آئے نہ پڑتی تھی یہ ہمت
تابندہ خط و خال میں تھی برق امامت
حیدرؑ کی جو سطوت تھی تو حمزہؑ کی جلالت
شمشیر نہ تھی فوج پہ بجلی کی چمک تھی
یا ابر سیہ تاب میں کوندے کی لپک تھی

Presented by www.ziaraat.com

جس سر پہ چلی پیکر بے جاں نظر آیا
جس سمت گئی خون کا طوفاں نظر آیا
اُونچی جو ہوئی برق کا داماں نظر آیا
نیچی جُو ہوئی قبر کا ساماں نظر آیا
تلوار تھی یا ساز کہ نغمہ تھا سَم اس کا
تھا مرکز اواز فنا زیر وبم اس کا

مصروف ابھی جنگ میں تھے حضرت شبیرؑ
آواز اک آئی کہ بس اب روک لے شمشیر
لازم ہے کچھ امت کی شفاعت کی بھی تدبیر
پی جام شہادت کہ بڑھے عزت و توقیر
طوفاں سے بچا حق کو لہو اپنا بہا دے
امت کو بہا در ہے تو اب مر کے جلادے

جھنکار سے میدان وغا گونج رہا تھا
ناگاہ پئے صبر و رضا حکم جو پہنچا
یوں میان میں چلتی ہوئی تلوار کو رکھا
غل جن و ملائک میں اٹھا صل علیٰ کا
ایمان کی ڈوبی ہوئی نبضیں ابھر آئیں
خدمت کے لئے چرخ سے حوریں اتر آئیں

ذرّوں پہ جو سجدے میں جھکے حضرت شبیرؑ
چلنے لگے ہر سمت سے تیغ و تبر و تیر
بے کس پہ چمکنے لگی شمشیر پہ شمشیر
سر پیٹ کے کہنے لگی یہ زینبِ دلگیر
چھوٹوں گی نہ اس غم میں کبھی نوحہ گری سے
آندھی کا تصادم ہے چراغِ سحری سے

ہے ہے کوئی عباس دلاور کو پکارو
بابا پہ براوقت ہے اکبر کو پکارو
اکبر نہیں ملتے ہیں تو اصغر کو پکارو
بیٹے پہ چھری چلتی ہے حیدر کو پکارو
زہرا کی دہائی ہے پیمبر کی دہائی
پھٹتا ہے جگر خالق اکبر کی دہائی

حضرت نے جو زینب کی سنی گریہ وزاری
چپ ہوگئے وہ قلب پہ حالت ہوئی طاری
تلواریں لگانے لگے بڑھ بڑھ کے جو ناری
مولا نے کہا شکر ہے اے ایزدِ باری
کٹتا ہے گلا بھائی کا ہمشیر کے آگے
تدبیر سر خاک ہے تقدیر کے آگے

Presented by www.ziaraat.com

تڑپے جو کئی بار زمیں پر شہ والا
سمجھے یہ ملائک کہ قیامت ہوئی برپا
خیمے کو بڑی یاس سے مظلوم نے دیکھا
اتنے میں کسی سمت سے اک تیر جو آیا
پامال صف لشکر غم ہوگئے مولا
دل میں وہ اٹھا درد کہ خم ہو گئے مولا

رک رک کے جو تلوار چلی خشک گلے پر
زہرا کی صدا آئی کہ آہستہ ستم گر
حیدر نے بڑے پیار سے زانوں پہ لیا سر
گردوں کی طرف دیکھ کے بولے یہ پیمبر
شکوہ نہیں نکلا مرے پیاسے کے لبوں سے
نکلی ہے مری روح نواسے کے لبوں سے

ناشاد تری بیکسی و یاس کے قرباں
نازک یہ ترا جسم یہ تپتا ہوا میداں
ٹکڑے یہ بدن کے یہ ردا خون میں غلطاں
ذرّوں پہ ہیں قرآن کے اوراق پریشاں
بے کس ترے اکبر کی جوانی کے تصدق
مظلوم تری تشنہ دہانی کے تصدق

تو اور سر خاک مرے گیسوؤں والے
یہ دل یہ بلائیں یہ زباں اور یہ چھالے
اس پیاس میں گردن پہ چھری جسم پہ بھالے
افسوس ہے اے فاطمہ کے ناز کے پالے
عبرت کا وہ منظر ہے کہ خود ظلم خجل ہے
یہ لاش نہیں خاک پہ اسلام کا دل ہے

یہ شام کا ہنگام یہ اندوہ یہ میداں
یہ ہو کا سماں اور یہ سنسان بیاباں
رانڈوں میں تلاطم ہے اداسی کے ہیں ساماں
سوتے ہیں پڑے شام سے خیمے کے نگہباں
غم اتنے ہیں اور ایک بھی غم خوار نہیں ہے
جز ذات خدا کوئی مددگار نہیں ہے

سیدانیوں کے بیچ میں ہیں عابد مضطر
منہ دیکھتی ہے سب کا سکینہؑ ہے وہ ششدر
ہاتھوں سے جگر تھام کے کہتے ہیں پیمبر
بیٹا یہ ستمگر کی انی اور تراسر
آثار ابھی تک مری الفت کے عیاں ہیں
اس حلق پہ ابتک مرے بوسوں کے نشاں ہیں

Presented by www.ziaraat.com

مصروف پیمبرؐ تھے ابھی آہ و بکا میں
آہستہ سے جنبش سی ہوئی موج ہوا میں
آواز اک آئی "نہ تڑپ دشت بلا میں"
سر رکھا ہے شبیرؑ کا حوروں کی ردا میں

اس خون کو ہر خون سے ممتاز کیا ہے
ہم نے ترے بچے کو سرافراز کیا ہے

اے جوشؔ یہ ابتک ہے اسی خون کی تاثیر
ہوتی ہے بالاعلان بڑی شان سے تکبیر
اب بھی جنہیں ملتی ہے رہ عشق میں تعزیر
صد شکر کہ خوش ہو کے پہن لیتے ہیں زنجیر

ڈرتے ہی نہیں دیکھ کے جلاد کی صورت
زنداں میں چلے جاتے ہیں سجادؑ کی صورت

اک کھیل ہے ان کے لئے شاہوں کی جلالت
سینوں میں ہے ایمان زبانوں پہ صداقت
کوشش ہے کہ آزاد ہوں پابند مصیبت
سر جائے تو جائے نہ گرے تاج خلافت

تقدیر ہے جس قلب میں ایمان کی بو ہے
ہیہات کہ ناکردہ گناہوں کا لہو ہے

بے درد کی حسرت کو نکلتے نہیں دیکھا
کاغذ کی کبھی ناؤ کو چلتے نہیں دیکھا
ظالم کو کبھی پھولتے پھلتے نہیں دیکھا
ٹھوکر ہے یہ وہ جس سے سنبھلتے نہیں دیکھا

وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے
اے خاک بتا زورِ یزید آج کہاں ہے

احساس نہیں جس میں وہ تاریک ہے سینہ
دوزخ میں اتر تا ہے سدا ظلم کا زینہ
پستی کی علامات ہیں انصاف سے کینہ
جو حق سے لڑا ڈوب گیا اس کا سفینہ

ہاں پیروباطل کو ابھر تے نہیں دیکھا
جب زلف یہ بگڑی تو سنورتے نہیں دیکھا

اے قوم وہی پھر ہے تباہی کا زمانہ
اسلام ہے پھر تیر حوادث کا نشانہ
کیوں چپ ہے اسی شان سے پھر چھیڑ ترانہ
تاریخ میں رہ جائے گا مردوں کا فسانہ

مٹتے ہوئے اسلام کا پھر نام جلی ہو
لازم ہے کہ ہر فرد حسینؑ ابن علیؑ ہو

Presented by www.ziaraat.com

طلوعِ فکر

جب چہرۂ افق سے اٹھی سرمئی نقاب
کانپے نجوم زرد ہوا روئے ماہتاب
کھنکے فلک کے جام، کھلے سرخیوں کے باب
اُڑنے لگے عبیر برسنے لگی شراب
رنگوں کی آب وتاب چرانے لگی فضا
آہستگی سے ہوش میں آنے لگی فضا

چونکی زمیں، تبسمِ پنہاں لئے ہوئے
افسانۂ شباب کا عنواں لئے ہوئے
روئے خنک پہ رنگ شبستاں لئے ہوئے
آنکھوں کے جھٹ پٹے میں چراغاں لئے ہوئے
تاروں کی چھاؤں جذب کئے بھیرویں اٹھی
گویا بڑی لچک سے کوئی نازنیں اٹھی

Presented by www.ziaraat.com

گردوں، سیاہ ابر کے پارے لئے ہوئے
پاروں کی جھلملی میں شرارے لئے ہوئے
کاجل میں انکھڑیوں کے اشارے لئے ہوئے
چلمن میں بادلے کے کنارے لئے ہوئے

طوفان بادلے میں عجب پیچ وتاب کے
اور موج پیچ و تاب میں تختے گلاب کے

بے چین ظلمتوں میں بھٹکتی ہوئی فضا
نوکارِضو کی سر سے ڈھلکتی ہوئی ردا
کہرے کی وادیوں سے جھلکتی ہوئی ضیا
جس طور سے کہ بھاپ کی چادر میں آئینا

گویا نقاب، جلوۂ جاناں لئے ہوئے
یا شمع ہے کوئی تہ داماں لئے ہوئے

نوخاستہ فضاؤں میں اک طرفہ پیش وپس
بجتا ہوا ندی میں ملائم نواجرس
کھلتی ہوئی زمیں کی کمانی بہر نفس
شبنم کے آب و رنگ میں پچھلے پہر کا رس

گل چہرہ پتیوں پہ نگینے جڑے ہوئے
گوشِ چمن میں اوس کے بُندے پڑے ہوئے

ہلتی سی ٹہنیوں میں، زرافشاں سے برگ وبار
اٹھتی سی چلمنوں سے، جھلکتا سا روئے بار
جنباں سی تیرگی میں، سلونے سے مرغزار
رقصاں سی روشنی میں، سہانا سا روزگار

دن ہے کہ رات ایک تزلزل سا، رائے میں
طفلی کا اضطراب جوانی کے سائے میں

گردوں ادھر طلائی تو اس سمت نقرئی
یہ پارہ سردئی ہے تو وہ پارہ سرمئی
اک گوشہ کتھئی ہے تو اک گوشہ پستئی
مغرب جواگرئی ہے تو مشرق ہے چمپئی

کانٹے پہ دل بری کے، فضائیں تلی ہوئی
تادور زلف و رخ کی دکانیں کھلی ہوئی

سوئے افق بڑھی جو ٹھٹکتی ہوئی ضیا
دوشیزۂ فضا کی مسکنے لگی قبا
آہستگی سے مہرِ تنک ضو ابھر چلا
بجنے لگا خیال میں سونے کا دائرا

برسا گلال ذہن پہ کندن خیال پر
نوبت بجی منارۂ ذوقِ جمال پر

Presented by www.ziaraat.com

کچھ مل گجے سے نور میں سرخی گندھی ہوئی
تھرا کے آسماں سے زمیں پر مچل گئی
پودوں نے سر اٹھائے، گلستاں نے سانس لی
سبزے پہ کن منائی سیہ چشم روشنی

ہر پنکھڑی میں دفتر افسانہ کھل گیا
دوشِ فضا پہ ایک صنم خانہ کھل گیا

بڑھنے لگا شکوہ سے پھر کندئی طبق
رہ رہ کے کروٹیں سی بدلنے لگی شفق
کھلنے لگا فضائے خنک پر نشانِ حق
گردوں، کتاب زر کے الٹنے لگا ورق

موتی گرے زمین پہ شاخیں لچک گئیں
بوسے لئے صبا نے تو کلیاں چٹک گئیں

دل نے نوید آمدِ فصل بہار دی
موجِ صبا نے دعوتِ چنگ و ستار دی
انوار نے وہ کسوت نقش ونگار دی
سلمٰی کی آسماں نے دلائی اتار دی

بالائے چرخ، صبح کا تارا چمک اٹھا
جیسے کسی بلاق کا موتی جھلک اٹھا

خورشید کی جبیں جو ذرا سی چمک گئی
لیلائے تیرگی کی کلائی مڑک گئی
پھر ایک ضو جو درز شفق سے جھلک گئی
گویا شراب تند سے مینا درک گئی

بنت عنب نے ہنس کے جو گھونگٹ اٹھا دیا
مشرق نے اک شراب کا دریا بہا دیا

منہ گلستاں میں لیلیٰ شب کا اُتر گیا
بھونرا فضائے باغ سے پرواز کر گیا
ہمکی زمین، سطح سے بستاں ابھر گیا
بہر نظارۂ وقت گریزاں ٹھہر گیا

آیا جو لالہ زار میں جھونکا نسیم کا
اترا غنودہ کنج میں ڈولا شمیم کا

چھوٹی کرن، زمیں کی گھٹن دور ہوگئی
شبنم کی بوند بوند خم نور ہوگئی
دنیا تمام جلوہ گہ طور ہوگئی
ہر پنکھڑی جوان ہوئی حور ہوگئی

تابش نوید شرح پے صدر ہوگئی
گویا جہاں میں صبح شب قدر ہوگئی

Presented by www.ziaraat.com

ٹھنڈی ہوا دلوں کو جگاتی ہوئی چلی
پچھلے پہر کے گیت سناتی ہوئی چلی
ہر خواب گاہِ ناز میں گاتی ہوئی چلی
مکھڑوں پہ کاکلوں کو ہلاتی ہوئی چلی

دودِ چراغ کشتہ کی زلفیں بکھر گئیں
غرفے ہلے بھوؤں کی کمانیں اُتر گئیں

چونکے نگار، ذہن میں جیسے کوئی قیاس
ناشستہ عارضوں میں لئے صبح کی مٹھاس
پنڈوں کی گرم بھاپ میں باسی گلوں کی باس
آنکھوں میں رنگ رنگ میں خوابوں کا انعکاس

خوابوں کا انعکاس کہانی لئے ہوئے
انگڑائیوں میں کیف جوانی لئے ہوئے

بجتی ہوئی ہواؤں میں پھبکے ہوئے بدن
آنکھوں میں فرش خواب کی غلطیدہ ہر شکن
ڈوروں کی سرخیوں میں یمِ بادہ موجزن
چہروں پہ اینڈ اینڈ کے سونے کا بانکپن

روندے ہوئے تمام دوشالے پڑے ہوئے
ٹوٹے ہوئے زمین پہ مالے پڑے ہوئے

ڈوبے لٹوں کے سائے جبینوں کے ماہ میں
جیسے یقین کش مکشِ اشتباہ میں
راتوں کے پینگ سایۂ زلفِ سیاہ میں
بوجھی نہ جائے، جو وہ پہیلی نگاہ میں

لب طعنہ زن مہارت بربط نواز پر
مکھڑے، وہ گیت بج نہیں سکتے جو ساز پر

اعضا کے پیچ و تاب میں خوابِ گراں کی رو
انفاس مشک بار میں سوزِ نہاں کی رو
رنگیں لبوں پر آتش آب مغاں کی رو
آنکھوں کی سطح سرخ پر اک داستاں کی رو

غلطیدہ فصل گل کی گھٹا چشم ناز میں
روداد شب تموج زلف دراز میں

انگڑائیاں جو آئیں تو آنکھیں جھلک گئیں
رگ رگ میں ولولوں کی کمانیں کڑک گئیں
رخسار پر شباب کے کلیاں چٹک گئیں
جو چوڑیاں خموش پڑی تھیں کھنک گئیں

موباف میں اسیر شب تار ہوگئی
جوڑا بندھا تو صبح نمودار ہوگئی

Presented by www.ziaraat.com

موجِ نسیم، تان اڑاتی ہوئی چلی
مرغانِ خوش نوا کو جگاتی ہوئی چلی
پتلی کمر کا لوچ دکھاتی ہوئی چلی
زرّیں چھڑا کڑے سے بجاتی ہوئی چلی
کروٹ فضا پہ لی چمن روزگار نے
گل ہنس پڑے نقاب الٹ دی بہار نے

گھر سے چلے تو گھر گئے کرنوں میں سیم تن
سونا ہوا شباب کی چاندی پہ ضوفگن
گرمی سے بڑھ گئی لب و رخسار کی پھبن
ہیرے کی تختیوں پہ مچلنے لگی کرن
چہروں کی آب و تاب جنوں خیز روپ میں
یا چاندنی کھلی ہوئی نو عمر دھوپ میں

الوان کا جلوس چلا کوہ سار سے
جھانکا کسی نے گوشۂ سرو و چنار سے
آنے لگی ہوائے فسوں لالہ زار سے
اٹھنے لگی دھوئیں کی گھٹا جوئے بار سے
لکّے بڑھے تو نور کی فوجیں ٹھٹک گئیں
گویا ہوا پہ سیکڑوں پلکیں جھپک گئیں

ٹھٹکی مڑی روانہ ہوئی نور کی سپاہ
دمکے کلس اٹھائی در و بام نے نگاہ
ماتھے پر آسمان کے کج ہو گئی کلاہ
رکھ لی فضا نے سرخ شلوکے میں قُرصِ ماہ
سبزے کی روح مست ہوئی جھومنے لگی
شبنم کے موتیوں کو کرن چومنے لگی

چلنے لگیں ہوائیں چہکنے لگے طیور
رنگیں بلندیوں پہ پھنکا ولولوں کا صور
ذرّات کی جبیں سے اُبلنے لگا سرور
پَر پھڑپھڑائے جاگ اٹھا خاک کا غرور
جھونکوں نے حوصلوں کو چڑھایا جو سان پر
اُڑنے لگا زمیں کا طبق آسمان پر

صحرا و دشت و وادی و گل زار و گل چکاں
گنگ و ترنگ و رنگ، گہر بار و مے فشاں
درّاج و کبک و قمری و طاؤس، نغمہ خواں
ملاح و موج و قلزم و کشتی رواں دواں
ساحل کے موڑ، سرخ کمانیں لئے ہوئے
موجیں تمام، منہ میں زبانیں لئے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

اوجِ فضا پہ رایتِ زرتار گاڑ کر
نکلی ضیا افق کا گریبان پھاڑ کر
ذرّے بسائے خاک نے تارے اجاڑ کر
انگڑائی لی حیات نے افشاں کو جھاڑ کر
مستی چھٹی لبوں کی چمک دور تک گئی
کنگن گھمادیا تو کلائی دمک گئی

ابٹن ہوا کی موج پہ گل زار نے ملا
کنگنا کلائی میں جو بندھا، کھل گئی فضا
کنجوں کو دھوپ چھاؤں کا جوڑا عطا ہوا
بدھی پڑی گلے میں تو گل زار جھوم اٹھا
اترا گلاب وقند، جماد ونبات پر
سہرا بندھا جبین عروس حیات پر

جلوؤں کا سیل، سوئے گل ویاسمن مڑا
ضو کا جلوس جانب گنگ وجمن مڑا
ذرّوں کی سمت، ناقۂ لعل یمن مڑا
دریائے سوءِ ظن، طرف حسن ظن مڑا
لے نے کیا سنگار ترانوں کی چھاؤں میں
گھنگھرو بندھے نگار خموشی کے پاؤں میں

سرخی بڑھی فضاؤں پہ تابندگی کے ساتھ
تابندگی، جمال کی رخشندگی کے ساتھ
رخشندگی،شمیم کی بافندگی کے ساتھ
بافندگی، رباب و دف و زندگی کے ساتھ
اور زندگی تصور مطلق لئے ہوئے
انفاس میں خروشِ اناالحق لئے ہوئے

دھو میں لئے زمیں کی طرف سرخوشی چلی
احساس کی ترنگ، سوئے بے حسی چلی
غفلت کی سمت ازسرنو آگہی چلی
سونے کا تھال سر پہ لئے زندگی چلی
سارنگیاں چھڑیں چمنِ روزگار میں
"حق سرّہٗ" کی گونج اٹھی لالہ زار میں

نازل ہوئے دلوں پہ بلوریں تصورات
پائی خیام ذہن نے زربفت کی قنات
کولے پہ ہات رکھ کے تھرکنے لگی حیات
چومک لئے ہوئے حرکت کی چلی برات
خورشید کے درود سے گل زار جاگ اٹھا
یوسف جو آئے مصر کا بازار جاگ اٹھا

Presented by www.ziaraat.com

یونہیں فرازِ روح پر ابھرا اک آفتاب
دیں کا نشاں خرد کا علم آگہی کا باب
حق ساز وحق نواز وحق آواز وحق مآب
مقصود عرش مورث افلاک بو تراب
عرفان زندگی کا علم کھولتا ہوا
بند قبائے لوح و قلم کھولتا ہوا

پیدا ہوا سرورِ ازل سلسبیل میں
اتری شعاع سینۂ فکرِ جمیل میں
روشن ہوئے چراغ دیارِ خلیل میں
جنبش ہوئی دوبارہ پر جبرئیل میں
چھپنے لگی شعاع تفکر کے باب سے
پھوٹی کرن، جبین رسالت مآب سے

نکھرا ادب، خیال کو حاصل ہوئی زباں
دمکی جبین حرف پہ معنی کی کہکشاں
چھلکیں شراب نغمۂ حق کی گلابیاں
داؤدیت نے پیش کیا تاج زرفشاں
یوسف بڑھے جمالِ فراواں لئے ہوئے
پریاں در آئیں تختِ سلیماں لئے ہوئے

لفظوں کی موج رنگ میں غلطاں ہوئے گہر
لہجے کی آب جو میں چلی کشتیٔ قمر
نوکِ قلم سے علم کی طالع ہوئی سحر
اور پھر سحر کی چھوٹ پڑی ذوالفقار پر
بالائے ذوالفقار علم جگمگا اٹھا
اور ضوفشاں علم پہ قلم جگمگا اٹھا

گھومی کلید فضل، کھلا قفل فیض عام
ناگاہ آسمان پہ گونجا زمیں کا نام
گردش میں آئے نعرۂ صل علیٰ کے جام
پڑھتے ہوئے درود، بڑھے انبیاء تمام
کعبے کے گرد ایک کرن گھومنے لگی
روحِ محمدِ عربی جھومنے لگی

شب ہائے این وآں میں ہوئی صبح منچلی
بادِ مراد ناز سے مچلی گلی گلی
عرفانِ کائنات کی چٹکی کلی کلی
اور روحِ ارتقا نے پکارا کہ "اے علی"
لے یہ کلید علم یہ گیتی کا باب ہے
اس خاک کو ابھار کہ تو بوتراب ہے

Presented by www.ziaraat.com

اُٹھ اور جلا چراغ، سر سبز آب و گل
''لا خوشکیوں کو کھینچ کے چشموں کے متصل''
''چونکا انہیں، جو خاک کے ارماں ہیں مضمحل
''سینے میں اس زمیں کے دھڑکتا نہیں ہے دل

ڈوبی ہوئی ہے نبضِ جہانِ علیل کی
پیدا کر اس جمود میں رَو سلسبیل کی

اے خاتمِ پیمبرِ آفاق کے نگیں
اے کارساز نور، کلاہ سریقیں
اس بات کو زمیں پہ کوئی جانتا نہیں
یعنی خدا سی چیز بھی موجود ہے کہیں

کوئی زمیں پہ لو ہے نہ ضو آسمان پر
بنیادِ اعتقاد رکھ اپنی زبان پر

انکارِ کبریا کے براہین ہیں طویل
اور دین کے خلاف ہے دنیا کا ہر وکیل
نقاش و نقش و صانع و مصنوع کی دلیل
اس دور میں ثبوت خدا کی نہیں کفیل

ہاں باب امن کھول در فتنہ بند کر
باتوں پہ ناطقے کے خدا کو بلند کر

ہاں، شمع ذات، خیمۂ الفاظ میں جلا
لیلائے حق کو محمل تقریر میں بٹھا
گوش بشر کو چشم حقیقت نگر بنا
کانوں سے لوگ دیکھ سکیں جلوۂ خدا

تیرے بیاں پہ غل غلہ اٹھے درود کا
یوں پیش کر ثبوت خدا کے وجود کا

وحدت کے باب میں نہ اگر کد کریگا تو
پائے گا کبریا کا تصور نہ آب رو
فکرِ بشر نماز پڑھے گی بلا وضو
تا یوم دیں صمد میں رہے گی صنم کی بو

لپٹا ہوا تفنّنِ وہم و قیاس میں
دائم خدا رہے گا بشر کے لباس میں

چمکے گا تیری فکر سے ہر گوشۂ جمال
لائے گا تو خیال کے موسم میں اعتدال
انساں کے ذہن میں ہیں جو اشکالِ ذوالجلال
اک تو ہی لا سکے گا ان اشکال پر زوال

یہ تو کہے گا جلوہ بجز و اہما نہیں
جو دیکھنے میں آئے وہ بت ہے خدا نہیں

Presented by www.ziaraat.com

دنیا کو تو، بتائے گا یہ نکتۂ جمیل
یعنی ازل سے ایک توانائی جلیل
جس کی کوئی نظیر نہ جس کا کوئی عدیل
اس کارگاہ وقت گریزاں کی ہے کفیل
اظلال و انجذاب نہ وہ انعکاس ہے
دنیا سے دور ہے نہ وہ دنیا کے پاس ہے

انسان کے مزاج کی اس میں نہیں ہے بو
وہ کچھ نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے سوائے ہو
وہ شاہِ نرم طبع، نہ سلطان تند خو
وہ دل نواز دوست نہ ہمت شکن عدو
وہ پائے بندِ رسم و فا و جفا نہیں
جذبات جس پہ ٹوٹ پڑیں وہ خدا نہیں

ہاں، دن کو، تو کریگا سیہ رات سے جدا
وزنی حقیقتوں کو روایات سے جدا
اللہ کو تمام قیاسات سے جدا
اسماء و وصف و سمت واشارات سے جدا
داغوں سے تو احد کے ورق کو بچائے گا
شخصی تعینات سے حق کو بچائے گا

پرکھے گا تیرا علم ہی اس کائنات کو
جانچے گی تیری عقل ہی خون حیات کو
وہ تو ہے جو کھرچ کے نقوش صفات کو
دیکھے گا اک حکیم کے مانند ذات کو
بے حد کو جس خانۂ حد سے چھڑائے گا
تو کبریا کو دامِ عدد سے چھڑائے گا

آب مکاں امام زماں آیۂ مبیں
کنزِ علوم کا شف سر کعبۂ یقیں
قاضئ دہر قبلۂ دوراں قوام دیں
منشائے عصر معنی کن، میر عالمیں
تابندگی طرۂ طرف کلاہ علم
مولائے جاں رسول تمدن، الہٰ علم

آواز جاں‌نواز ترنم، جہاں فروز
تیور تمام ساز تکلم تمام سوز
دانش مہہ دو ہفتہ، نظر مہر نیم روز
تقریر فہم باف، خموشی خیال دوز
تجھ سے جو آشنا ہے وہ جو ہر شناس ہے
تیری زبان، ذہن بشر کا لباس ہے

Presented by www.ziaraat.com

تیرا سخن وہ سیل جوابات بے مثال
شاداب جس کی موج سے ہر تشنہ لب سوال
تیرا ہر ایک لفظ دو صد مکتب خیال
تیری زباں میں روشنیٔ وجہ ذوالجلال
ہوتا نہ تو تو سان نہ چڑھتی یقین پر
قرآن کی زبان نہ کھلتی زمین پر

تو دیکھتا ہے کاہ میں طوفان کہکشاں
ذرات بے سواد میں شہروں کے کارواں
تخم تنک و جود میں صحرائے بے کراں
نقطے کی جیب تنگ میں فرہنگ این و آں
کانٹے میں سیل جلوۂ گل دیکھتا ہے تو
ہر جزو میں تجلیٔ کل دیکھتا ہے تو

اے صدق کے محیط، حقائق کے آبشار
اے حق کے بادشاہ معارف کے تاجدار
اے علم کے خدیو، تفکر کے شہر یار
نوع بشر کو فکر و عمل کی طرف پکار
ہاں، صبح زندگی کی شفق ہے ترا وجود
ایفائے عہد رحمت حق ہے ترا وجود

تجھ کو ہے کس قدر آبدیت سے اتصال
تیرا ہر اک دقیقہ دوصد قرن بے مثال
تیری ہر ایک موج نفس میں بصد جمال
رفتار نور کے ہیں پرافشاں ہزار سال
تیرا مقام دائرہ عز و جل میں ہے
عمر مسیح و خضر ترے ایک پل میں ہے

جلوت میں بادشاہ ہے خلوت میں تو فقیر
جنگاہ میں جوان، حریم خرد میں پیر
دشت وغا میں طبل ادب گاہ میں صریر
میدان میں حدید مقالات میں حریر
سو معجزوں کا عطر ہے تیری حیات میں
اضداد کس قدر ہیں تری ایک ذات میں

شہر ادب مفسر آیات دل نشیں
نقادفن، مصور اشکال مآر وطیں
میر دماغ محور دل، مصدر یقیں
دستور حق، مبصر دنیا، فقیر دیں
نباض شرع و زورق جیحونِ زندگی
خاقان دہر و واضع قانون زندگی

Presented by www.ziaraat.com

دنیا کی قاہری کا تسلط ہے دین پر
سجین کا قدم ہے سر علّین پر
کانپ اے ابد کے نور شہود و سنین پر
اے آسمان رشد اُتر آ زمین پر
یوں گوش دل میں جذب یہ گفتار ہو گئی
پیدا علی کے ساز میں جھنکار ہو گئی

ناگاہ جھن جھنائے فضا کے تمام تار
بڑھنے لگی شعاع سمٹنے لگا غبار
بہر سلام ادب سے جھکا فرق روزگار
آواز دی نقیب فلک نے کہ ہوشیار
تھامے رکاب دولت دنیا و دیں چلی
سوئے زمیں سواری عرش بریں چلی

چلمن حریم عالم ارواح کی اڑی
نکلی حجاب قدس سے اک زندہ روشنی
ضوبار روح پنجتن پاک ہو گئی
شمع حواس خمسۂ آفاق جل اٹھی
تاریکیوں سے روئے زمیں پاک ہو گیا
روشن تمام مطلع ادراک ہو گیا

کعبے سے آفتاب امامت عیاں ہوا
حلال مشکلاتِ رسالت عیاں ہوا
میرِ نظامِ شمسیٔ قدرت عیاں ہوا
دارائے کاروبار مشیت عیاں ہوا
خلاقیت کا ذوق سر افراز ہوگیا
اک دور علم و فکر کا آغاز ہو گیا

تجھ سے فروغ کشور دنیا ودیں میں ہے
خم خانۂ وجود ترے ساتگیں میں ہے
دریائے جود و فضل تری آستیں میں ہے
قرآں ترے خطوطِ جبینِ مبیں میں ہے
مرکز ہے تو زمین پہ حسن قبول کا
تو ہات ہے خدا کا قلم ہے رسول کا

تیرا جمال ہے کہ سرو برگ لالہ زار
تیرا جلال ہے کہ تجلائے ذوالفقار
تیرا دماغ ہے کہ نوید کشود کار
تیری نگاہ ہے کہ شعاعِ ابدسوار
تیری یہ ضو ہے گنبد لیل و نہار میں
یا حرف کن ہے خاطر پروردگار میں

Presented by www.ziaraat.com

تیرا وجود پاک نظر گاہ مہر و ماہ
آنکھیں چراغِ کعبہ زباں ساز لاالٰہ
نقش قدم جبین سماوات کی کلاہ
ام الکتاب چہرہ تو حبلِ متیں نگاہ
شکل بشر میں آیۂ صدق وصفا ہے تو
اک ذی نفس دلیل وجودِ خدا ہے تو

اے رہ برِ خجستہ و اے ہادئ نکو
عرفاں کا تو شکوہ رسالت کی آبرو
تو ہی ہے اے مدبر دارالقضائے ہو
تاریخ روزگار کی دیرینہ آرزو
اٹھ زندگی کو فکر ہے اپنے علاج کی
حاجت ہے ایک بندۂ یزداں مزاج کی

محراب تیرگی جو ہوئی روشنی سے شق
سلمائے زندگی نے اٹھایا رباب حق
خود سے کتاب علم کے کھلنے لگے ورق
نکلا حریم حرف سے ہر معنئ ادق
دور خزاں چمن سے بفرمانِ گل گیا
اک مکتب جدید کا دروازہ کھل گیا

جھومی دیارِ نطق میں ابلاغ کی بہار
لفظوں کے زیروبم میں چھڑے روح کے ستار
فقروں کی تندرو میں پرافشاں ہوئے شرار
گرنے لگے زمیں پہ ستاروں کے آب شار
لہجے میں ایک نہر سی مواج ہوگئی
لب مل گئے زبان کی معراج ہو گئی

سینوں میں آگہی کا شرر جگ مگا اٹھا
گیتی پہ ماہ علم و ہنر جگ مگااٹھا
گردوں پہ مہر نقد و نظر جگ مگا اٹھا
رخسارۂ قضا و قدر جگ مگا اٹھا
دوشِ طرب پہ زلف مشیت بکھر گئی
بکھری کمر تک آئی کمر سے گزر گئی

ناقدرئ کمال کا باطل ہوا اثر
چونکے دماغ فکر بنی جنس معتبر
بے چارگی کی خشت سے اٹھا سر ہنر
بے مائیگی کی خاک سے ابھری کلاہ زر
ذرات نو دمیدہ کو چوما نجوم نے
انگڑائی لی فضاؤں پہ قوسِ علوم نے

Presented by www.ziaraat.com

یکجا ہوئے تمام براہین منتشر
خلعت ملا دلیل کو منطق کو چتر زر
اک نقطۂ عظیم پہ قائم ہوئی نظر
معنی ہوئے طویل مقالات مختصر
فیض نظر سے کھوئی ہوئی شان مل گئی
فکر دقیقہ سنج کو میزان مل گئی

گل ہو گیا زمین پہ اوہام کا چراغ
تشکیل سے یقین کو حاصل ہوا فراغ
جھوما نسیم عقل سے نوع بشر کا باغ
اترا دماغ دل میں تو دل بن گیا دماغ
جیسے ہی نصف نور ملا نصف نور سے
اپنے کو کردگار نے دیکھا غرور سے

منبر پر آفتاب تکلم عیاں ہوا
موج مئے غدیر لئے خم عیاں ہوا
دریائے مرحمت میں تلاطم عیاں ہوا
انصاف کے لبوں پہ تبسم عیاں ہوا
ڈالی نگاہ فخر سے دنیا نے دین پر
قرآن آسمان سے اترا زمین پر

اسرار کائنات الٹنے لگے نقاب
تعبیر کے حدود میں آئے زمیں کے خواب
معنی سے روشناس ہوا حرف خاک و آب
ایوان روزگار میں یوں آئے بوتراب
جیسے ورودِ شب نم تابندہ پھول پر
گویا نزول وحی بطون رسول پر

احساس اندفاع کو طبل و علم ملا
قرطاس بے سواد کو زریں قلم ملا
زلف تصورات اُلوہی کو خم ملا
اللہ کو ثبوت نبی کو حشم ملا
فیض سخن سے دین کی تکمیل ہوگئی
اجمال ذوالجلال کی تفصیل ہوگئی

لیلائے زندگی کے بجا ہو گئے حواس
پہنا تصورات نے افکار کا لباس
ایوان علم و حلم کی محکم ہوئی اساس
پیدا ہوئی زمین پر اک قوم حق شناس
جس سے بنائے قصر خدا داد پڑگئی
اک مطمعِ نگاہ کی بنیاد پڑگئی

Presented by www.ziaraat.com

اک مختصر گروہ کے بڑھنے لگے قدم
برہم ہوا مزاج سلاطین ذی حشم
پھر بھی درون لشکر اشرار تازہ دم
اعلان امرحق کے اٹھائے گئے علم
ظلمت کے رہ رووں کو دکھائے گئے چراغ
صحرا کی آندھیوں میں جلائے گئے چراغ

جس سے اگیں نقوش وہ تصویر بن گئی
تصویر اک شعاع جہاں گیر بن گئی
کانپی شعاع مشرق تفسیر بن گئی
تفسیر اک روات کی زنجیر بن گئی
زنجیر طاق روح کی قندیل ہو گئی
قندیل قوس عرش میں تبدیل ہو گئی

تاباں ہوئے علوم درخشاں ہوئے عقول
روشن ہوا زمین تدبر کا عرض و طول
معقولیت کے سر کو ملا افسر قبول
شائستہ زندگی کے مرتب ہوئے اصول
جو برق طور فکر ہے وہ نور مل گیا
دنیائے بے نظام کو دستور مل گیا

محراب حق میں روح خطابت ہوئی عیاں
جھومیں سروں پہ رُشد و ہدایت کی بدلیاں
اٹھی نگاہ خم ہوئے ابرو کھلی زباں
دوڑے ہوا پہ تیر لچکنے لگی کماں
نکلی جو منہ سے بات دلوں میں اتر گئی
ذہن گریزپا کی سواری ٹھہر گئی

پیدا ہوئے حدیقۂ ملت میں برگ و بار
زائل ہوا معاشرۂ حق کا انتشار
سیدھی ہوئیں صفیں تو مرتب ہوئی قطار
مضراب اتحاد سے کانپنے دلوں کے تار
ماتھے پہ نقش ابروئے پیوستہ بن گیا
یک جا ہوئے نفوس تو گل دستہ بن گیا

پایا حصار فرش نے عرش بریں کا باب
بیداریوں کی رو سے اٹھے پردہائے خواب
انفاس زندگی کا مرتب ہوا حساب
اک لائحۂ عمل کی مدون ہوئی کتاب
سلمائے زندگی کی تمنا نکل گئی
خاک سیاہ نور کے سانچے میں ڈھل گئی

Presented by www.ziaraat.com

اٹھی نگاہ فضل پئے بارش کمال
دوڑا رخ کلام پہ تخییل کا جمال
پایا سخن کے جام نے افسردہ ہلال
برسا ادب کے باغ پہ خورشید کا زلال
بازار آب و رنگ میں فن کار آگئے
شمعیں اٹھائے ثابت و سیار آگئے

فیض نظر نے خاک کو بستاں بنا دیا
ہر ریشۂ گیاہ کو مژگاں بنا دیا
ہر خاروخس کو سنبل و ریحاں بنا دیا
ہر شاخ بے ثمر کو رگ جاں بنا دیا
بے آبرو زمین کو گل زار کر دیا
تاروں کا رس نچوڑ کے ذروں میں بھر دیا

نکھرے ضمیر ذہن کو حاصل ہوا سرور
ایوان جاں کے طاق میں چمکا چراغ طور
الفاظ آسماں کے منور ہوئے قصور
قرآن کے حروف میں داخل ہوا شعور
ذوق سخن کو قوت اعجاز مل گئی
تخئیل کردگار کو آواز مل گئی

بہر سلام لیلئ ارض و سما اٹھی
دیکھا رخ قبول تڑپ کر دعا اٹھی
چٹکیں فضائیں نیند سے ٹھنڈی ہوا اٹھی
قبلے سے جھومتی ہوئی کالی گھٹا اٹھی
کیا رت بفیض قبلۂ حاجات آگئی
ساقی خدا کا شکر کہ برسات آگئی

برسات بنت راوی و جمنا و نیل و گنگ
بین وسرودو بربط و عودو رباب و چنگ
طنبورہ و ربانہ و طاؤس و جل ترنگ
شعر وشراب و شاہد و شہ نازورقص ورنگ
برسات کی ہوائے معطر کا واسطہ
مے خانہ کھول ساقی کوثر کا واسطہ

ساقی ڈٹی ہوئی ہے خراباتیوں کی صف
پھیلاہوا ہے ابر گہر بار ہر طرف
بوتل کا کاگ کھول اٹھا کیف باردف
لابادۂ مدینہ و پیمانۂ نجف
تطہیر کی ردا ہے فلک پر تنی ہوئی
دے دامن رسول خدا کی چھنی ہوئی

Presented by www.ziaraat.com

ساقی شگفتہ باد وہ مے خانہ کھل گیا
وہ بدلیاں ہواؤں پہ گرجیں وہ دف بجا
چمکیں وہ بجلیاں وہ پر افشاں ہوئی فضا
وہ لو اٹھی وہ زمزمہ گونجا وہ کاگ اڑا
فتاح باب منزل و مقصد ہوئی پری
قصر بلور سے وہ بر آمد ہوئی پری

ساقی برس رہی ہے گھٹا بولتی ہوئی
فرش زمیں پہ لعل و گہر رولتی ہوئی
سینوں میں کشتیوں کی طرح ڈولتی ہوئی
بوچھار سے دلوں کی گرہ کھولتی ہوئی
درکھول قصر بادۂ انساں نواز کا
یہ وقت ہے شگفتن گل ہائے ناز کا

گرجا فلک پہ ابر بھرے مغ بچوں نے جام
چہروں پہ رنگ مل کے جھلکنے لگے خیام
صل علیٰ کی موج سے گونجے ستون و بام
قدسی تمام دوڑ پڑے بہرانتظام
محراب حق کا نور نے پردہ اٹھا دیا
سجا دہ آسماں نے زمیں پر بجھا دیا

کیا مے کدے کا رتبۂ عالی ہے مرحبا
مسند پر انبیا توپس خم ملائیکا
شیشوں پہ ہے بخط جو اہر لکھا ہوا
بطحا و کاظمین و خراسان و سامرا
محراب پر ہے درج یہ منزل شرف کی ہے
یہ کربلا کی مے ہے وہ صہبا نجف کی ہے

غلماں ادب کے ساتھ لئے جام زر نگار
رطل گراں کے طوف میں حوران گل عذار
خدام کے لباس میں شاہان ذی وقار
رندوں کے سر پہ دامن مولائے روزگار
خم آسمان ساغر آبی لئے ہوئے
شانے پہ کائنات گلابی لئے ہوئے

گونجی ہوئی فضاؤں پہ مستانہ ہاؤ ہو
قل قل کی رو میں شعلۂ آواز ''والشربو''
ذروں سے بات چیت ستاروں سے گفتگو
آواز میں دلا کے چھلکتے ہوئے سبو
خاصان حق شراب مودت پیے ہوئے
سینے تمام اجر رسالت لئے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

ہر ایک چنگ نغمۂ افسوں لئے ہوئے
ہر اک امنگ دولت قاروں لئے ہوئے
ہر اک ترنگ شوخیٔ جیحوں لئے ہوئے
ہر ایک رنگ قامت موزوں لئے ہوئے

ہر بار ایک تان نئی ٹوٹتی ہوئی
ہر زمزمے سے ایک کرن پھوٹتی ہوئی

شیشوں میں روح کاہ کشاں ناچتی ہوئی
سینوں میں برق رطل گراں ناچتی ہوئی
مسند پہ صبح باغ جناں ناچتی ہوئی
ساز بقا پہ عمر رواں ناچتی ہوئی

چہروں پہ شام و جام کی سرخی رچی ہوئی
رگ رگ میں ساز وناز کی دھومیں مچی ہوئی

آنکھوں میں غرفہ ہائے گلستاں کھلے ہوئے
درہائے قصر دولت ایماں کھلے ہوئے
بند قبائے یوسف کنعاں کھلے ہوئے
خم کے قریب رحل پہ قرآں کھلے ہوئے

زندان سرفراز پر افشاں ہواؤں پر
ہاتوں پہ عرش فرق سادات پاؤں پر

غلطیدہ آسماں پہ خمستاں کی روشنی
اور خم کدے پہ عزت و قرآں کی روشنی
قرآن پر رسول کے داماں کی روشنی
اور چہرۂ رسول پہ یزداں کی روشنی

یزداں کی روشنی کا تموج قلوب میں
اک سیل رنگ و نور شمال و جنوب میں

افسوں بدوش بار گہ آب آتشیں
اک نقطۂ طلسم پہ ٹھہری ہوئی زمیں
اور قلب پر محیط بانداز دل نشیں
ایسی اک آن وقت کا جس میں گزر نہیں

کثرت نوائے نغمۂ وحدت لئے ہوئے
ہر لمحہ جیب میں ابدئیت لئے ہوئے

اللہ ری موج نشۂ عالی کی سروری
ساقی کچھ اور گھوم گیا چرخ چنبری
گونجی بلندیوں پہ وہ آواز قنبری
ہاں اور سوئے خم وہ مڑا عکس بو ذری

ہاں ہاں اسی روش سے چلے دور ساقیا
وہ موج سلسبیل اٹھی اور ساقیا

Presented by www.ziaraat.com

طوفان میں وہ کشتی ایماں رواں ہوئی
قلزم میں روح بحر شکن پر فشاں ہوئی
امواج سے وہ چادر زینب عیاں ہوئی
وہ بادباں ہلے وہ بھنور میں اذاں ہوئی
برپا دیار سیل میں کہرام ہو گیا
طوفاں وہ دیکھ لرزہ براندام ہو گیا

موج ہوا ترانۂ تہلیل ہوگئی
کونین زیر شہ پر جبرئیل ہوگئی
احکام ذوالجلال کی تعمیل ہوگئی
منشائے کردگار کی تکمیل ہوگئی
انساں کی عظمتوں کے دفینے ابھر گئے
وہ دیکھ زندگی کے سفینے ابھر گئے

ایوان سلطنت کے وہ درغرق ہوگئے
جن میں ہوا بھری تھی وہ سرغرق ہو گئے
وہ قصر ہائے لعل و گہر غرق ہو گئے
اٹھی لہو کی موج بھنور غرق ہو گئے
چمکے علم وہ گنبد بدروحنین پر
دمکا وہ تاج فتح جبین حسین پر

پھر موج اک اٹھی وہ بطِ مے میں ساقیا
جاگا خروش فتح ہر اک نے میں ساقیا
لپٹی ضیائے کون و مکاں لے میں ساقیا
وہ پوپھٹی فضائے رگ و پے میں ساقیا
گونجی صدائے نغمۂ دل کائنات میں
شہنائیاں بجیں وہ حریم حیات میں

لے وہ نجف کی سمت سے آنے لگی صدا
اے جوش نکتہ سنج مری انجمن میں آ
آ اور جھوم جھوم کے نغمات نو سنا
ساقی مرا سلام ادب لے کے میں چلا
مولائے کائنات اور آواز دے مجھے
اے جبرئیل قوت پرواز دے مجھے

....

یہ رات جو گنگنا رہی ہے ساقی
پیغامِ عروج لا رہی ہے ساقی
کوثر پہ ہے انتظار شاید میرا
آوازِ حسین آ رہی ہے ساقی

Presented by www.ziaraat.com

اے دوست دل میں گرد کدورت نہ چاہیئے
اچھے تو کیا بروں سے بھی نفرت نہ چاہیئے
کہتا ہے کون، پھول سے رغبت نہ چاہیئے
کانٹے سے بھی مگر تجھے وحشت نہ چاہیئے
کانٹے کی رگ میں بھی ہے لہو مُرغ زار کا
پالا ہوا ہے وہ بھی نسیمِ بہار کا
جو موج دشت میں ہے وہی لالہ زار میں
جو رو سراب میں ہے وہی جوئے بار میں
جو شے ہے برگ گل میں وہی نوک خار میں
تفریق ناروا ہے خزاں اور بہار میں
وضع و روش میں فرق سہی جان ایک ہے
تیور جدا جدا ہیں مگر آن ایک ہے

وحدتِ انسانی

Presented by www.ziaraat.com

ہاں ناز میں لپک ہے وہی جو ہے نور میں
ذرات میں دمک ہے وہی جو ہے طور میں
غیبت میں بھی جھلک ہے وہی جو ظہور میں
پتھر میں بھی کھنک ہے وہی جو بلور میں
یہ فرق اسم و شکل فریب نگاہ ہے
اے دوستو دوئی کا تصور گناہ ہے

سنبل کی نسل سے ہیں خس وخاروشاخ سار
سوسن کے خاندان سے ہیں خشک برگ وبار
ہر زرد پنکھڑی ہے اک اجڑی ہوئی بہار
عبرت سے دیکھ، باغ کے ذرّات سوگوار
کل دے کر ان کولوچ، نسیم و سحاب کا
خاک چمن نے روپ بھرا تھا گلاب کا

کہتی ہیں چرمرا کے یہ بے جان پتیاں
ہم کو ذرا بچاکے چل اوخیل رہرواں
کل جب کہ تھیں گھٹائیں زرافشاں وے چکاں
اترے تھے اپنی چھاؤں پہ پھولوں کے کارواں
بازار مہ رخاں تھا قطار خیام تھی
کل اپنے سائے میں بھی بڑی دھوم دھام تھی

ہوتے ہیں پائمال تو کہتے ہیں زرد پھول
کل رحمت عمیم کا، ہم پر بھی تھا نزول
خوبان بوستاں میں، ہمارا بھی تھا شمول
اے راہ رو، نہ ڈال ہمارے سروں پہ دھول
ہر چند انجمن کے نکالے ہوئے ہیں ہم
لیکن صبا کی گود کے پالے ہوئے ہیں ہم

ہم تھے کبھی بنفشہ و نسرین و یاسمن
نیلوفر و ہزارہ و سوری و ناردن
داؤدی و شقائق و صدبرگ و نسترن
ترکان زرجبین و حسینانِ سیم تن
سینوں پہ لوٹتے تھے ہوائے بہار میں
ہم کل گندھے ہوئے تھے حسینوں کے ہار میں

کہتے ہیں زرد کنج بصد گریہ و بکا
ہم پر بھی ایک روز غضب کا نکھار تھا
اپنے حصار وسقف میں اس طرح تھی صبا
گھونگھٹ میں سر عروس کا جیسے جھکا ہوا
کیا بات پوچھتے ہو، اس اجڑے دیار کی
آئی تھی کل ادھر بھی سواری بہار کی

Presented by www.ziaraat.com

کہتا ہوں پھر کہ دل میں کدورت نہ چاہئے
وحدت کے سر پہ ضربت کثرت نہ چاہئے
مطلق اکائی میں عددیّت نہ چاہئے
غیریت و شر و عصبیت نہ چاہئے
آفاق ایک جسم ہے اور ایک ذات ہے
اے دوست، وہم غیر، جہالت کی بات ہے

جو ہر میں ہے جو بات عرض میں بھی ہے وہی
لو کے گلے میں یخ کی ہیں باہیں پڑی ہوئی
اک موج رنگ خاک گلستاں ہے پنکھڑی
دیکھو اگر تو دھوپ کا اک رخ ہے چاندنی
آتش ہے طبعِ شاخِ صنوبر لئے ہوئے
اخگر بھی ہے، مزاج گل تر لئے ہوئے

کوثر ہی میں نہیں ہیں سفینے رواں دواں
دریائے سم میں بھی ہیں بہاروں کی کشتیاں
ساغر ہی میں نہیں ہیں لطافت کے گلستاں
سنداں کے جسم پر بھی ہے تشریف پرنیاں
گل ہی نہیں ہے نور نظر ماء وطین کا
خاشاک نے بھی دودھ پیا ہے زمین کا

بے جان و جان دار کی بنیاد ایک ہے
ارض وسما کی علت ایجاد ایک ہے
بت سیکڑوں ہیں حسن خدا داد ایک ہے
سب دل الگ الگ ہیں مگر یاد ایک ہے
یکساں ہے مال گو ہیں دکانیں جدا جدا
معنی ہیں سب کے ایک زبانیں جدا جدا

تر دامنی و عصمت و کفر و پیمبری
ابرو شعاع و سایۂ وتنویر و تیرگی
خورشید و ماہ و ذرّہ و ناہید و مشتری
بلو ر و سنگ و جوہر و حیوان و آدمی
اور یہ جو دشت وکوہ و بیابان و باغ ہیں
سب ایک خاندان کے چشم و چراغ ہیں

بے شک جو بخشتا ہے دھڑکتے دلوں کو چین
اسکا وجود ،بزم جہاں کی ہے زیب وزین
لیکن وہ بدشعار، جو ہے ننگ مشرقین
وہ شخص بھی ہے آدم و حوا کا نورعین
نفرت سے یوں نہ چاک وفا کا لباس کر
اے بھائی اپنے باپ کے بیٹے کا پاس کر

Presented by www.ziaraat.com

جو روشنی چکاں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
جو تیرگی فشاں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
جو یار مہر باں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اور جو، عدوئے جاں ہے سو ہے وہ بھی آدمی
تو بھاگ، خواہ موت سے یا زندگی سے بھاگ
اے آدمی، کبھی نہ مگر آدمی سے بھاگ

لاسوئے چرخ روح زمیں کو ابھار کر
نوعِ بشر کو دعوتِ حق دے پکار کر
بد ہے کوئی تو کوشش اصلاح کار کر
کچھ ہاتھ آسکے گا نہ انساں کو مار کر
نفس مرض کو درخور لطف و عطا نہ کر
اے چارہ گر مریض پہ لیکن جفا نہ کر

ہاں رحمت مسیح بن اے رحمت مآب
حسن عمل سے کھول دلوں میں طرب کے باب
سیراب کردلوں کو بہ اندازۂ سحاب
عالم پہ نور پاش ہو مانندِ آفتاب
انسان کو نہ دیدۂ جور و جفا سے دیکھ
اے بندۂ خدا تو نگاہ خدا سے دیکھ

انسان کے خمیر میں ہے عنصرِ گناہ
علت کے جور و ظلم سے معلول ہے تباہ
گم راہ، کوئی شخص نہیں ہے ،خدا گواہ
صید فریب جادہ ہیں گم کردگانِ راہ
ہر فرد جبر ہائے علل کا غلام ہے
نفرت، شریعت بشری میں حرام ہے

ہر تیرگی ہے اصل میں اک خفتہ روشنی
گم کردہ راہ خیر ہے دنیا کی ہر بدی
طغیانِ ذوقِ دیدِ صمد ہے صنم گری
بھٹکا ہوا تصور وحدت ہے شرک بھی
جو ہر وہی حدوث میں ہے جو قدم میں ہے
ضو ایک ہی چراغ کی دیر و حرم میں ہے

قوموں کے درمیاں جو ہیں یہ بحر و کوہسار
یہ بعد ہائے تفرقہ انگیز و رشتہ خوار
یہ اختلاف لہجہ و نیر نگئ شعار
یہ رنگ و نسل و قوم و عقائد کی گیر و دار
ان سب کا سیل جوئے اخوت کو پاٹ کر
اترا رہا ہے خون کے رشتوں کو کاٹ کر

Presented by www.ziaraat.com

اونچے پہاڑ سامنے آ آکے ڈٹ گئے
پھیلے ہوئے خلوص کے دامن سمٹ گئے
حب وطن کے ناگ دلوں سے لپٹ گئے
سینے تمام گرد کدورت سے اٹ گئے
جتنے تھے کوہ مہر و وفا کاہ ہوگئے
رشتے ہوئے دراز تو کوتاہ ہو گئے

اب بھائی ہے کہ بھائی پہچانتا نہیں
ہم بھائی بھائی ہیں وئی جانتا نہیں
اک دوسرے کو دوس بھی گردانتا نہیں
سب ایک کوکھ سے ہیں کوئی مانتا نہیں
ارباب آشتی ہمہ تن جنگ ہو گئے
ہم جس قدر وسیع ہوئے تنگ ہو گئے

آفاق کا نچوڑ ہے سلمائے زندگی
تجھ کو ہر ایک روپ میں رہنا ہے آدمی
دوراپنی اصل سے کوئی ہوتا نہیں کبھی
یہ دین ونسل ورنگ کی باتیں ہیں بعد کی
تو سب سے پیشتر فقط انسان ہے نہ بھول
انساں کے بعد گبر و مسلمان ہے نہ بھول

انساں اگر ہے شیوۂ شرک دوئی کو چھوڑ
انساں کشی کی آڑ میں ہاں خودکشی کو چھوڑ
توہین ارتباط خفی و جلی کو چھوڑ
ناداں اہانت گہر زندگی کو چھوڑ
بالین آرزو پہ نہ گرم خروش ہو
اے باغئ مصالح قدرت خموش ہو

عالم تمام پر تو حسن خیال ہے
جو مرد ہے وہ مادر گیتی کا لال ہے
کل دہر ایک مورثِ اعلیٰ کی آل ہے
تقسیم خون حضرت انساں محال ہے
انسان بہم ہوں غیر یہ کیسا جنون ہے
جس رگ میں بھی رواں ہے وہ تیرا ہی خون ہے

جو کچھ بھی اس زمین پہ ہے خوب ہو کہ زشت
الماس ولعل و گوہر و مرجان وسنگ و خشت
کاشی و دیر و خانقہ و کعبہ و کنشت
ارض و سماءٔ شمس و قمر، کوثر و بہشت
سنکی تری نسیم تو یہ کارواں چلا
یہ سب تری تلاش میں ہیں تو کہاں چلا

Presented by www.ziaraat.com

جغرافیہ کا دل جو ہلا دے وہ چال چل
نقشوں کی ہر لکیر بگڑ جائے یوں مسل
تسخیر این وآں کو خدیو جہاں نکل
اے نوح عزم ساحل آفاق پر مچل
ہاں بام افتراق کو زیر کمند کر
اٹھ اور نوائے وحدتِ انساں بلند کر

اسمائے نطق و سیرت و اشکال و رنگ دیں
ان سب سے علت بشری کو غرض نہیں
ہاں محو کر نہ ذہن سے یہ نکتۂ مبیں
آتا ہے یہ زباں پہ تری ''میں'' جو ہمنشیں
یہ ''میں'' نہیں ترا ہی خم و چم لئے ہوئے
یہ ''میں'' تو ہے نظام دو عالم لئے ہوئے

منزل تری ہے وادی گنگ وجمن سے دور
صحرا و سبزہ زار و سراب وسمن سے دور
پاپا و شیخ و راہبر و برہمن سے دور
دین و رسوم ونسل و زبان و وطن سے دور
تیرا وجود فخر ضمیر حیات ہے
تو محض ایک فرد نہیں کائنات ہے

اے دوست سعی امن سے ہشار و با مراد
انسان کے دماغ کا سرطان ہے عناد
روحِ بشر کی موت ہے خونخواری و فساد
اپنے غضب سے جنگ ہے سب سے بڑا جہاد
لاکھوں میں بے نظیر کروڑوں میں فرد ہے
جو مسکرائے طیش میں بے شک وہ مرد ہے

لوہے میں ڈوبتی ہے نگاہ وفا شعار
آندھی کو باندھتا ہے لگاوٹ کا ایک تار
توپوں کو روندتی ہے اک آہنگ مہر بار
پتھر میں تیرتی ہے محبت کی نرم دھار
دشمن کی سمت ایک ذرا مسکرا کے دیکھ
اس حربۂ لطیف کو بھی آزما کے دیکھ

قاتل بھی ہو رہا ہو اگر پیاس سے نڈھال
پانی اسے پلا کہ یہی ہے رہ کمال
دشمن بھی گر رہا ہو تو ہاں دوڑ کر سنبھال
تھوکے بھی کوئی منہ پہ تو ماتھے پہ بل نہ ڈال
دل کی سپر پہ غیظ کا ہر وار روک لے
تار نگاہ لطف پہ تلوار روک لے

Presented by www.ziaraat.com

جھکتا ہے فتنہ عفو و ترحم کے سامنے
گھٹتا ہے طعنہ حسن تکلم کے سامنے
تھمتا ہے شور جنگ ترنم کے سامنے
تلوار کانپتی ہے تبسم کے سامنے
بدلے کی رسم دین و فامیں حرام ہے
احسان اک شریف ترین انتقام ہے

ہمدم ہویا حریف کسی کو سمجھ نہ غیر
ہر آن جوئے مرحمت و آشتی میں پیر
لیکن یہ امراے دل حق بین وعرش سیر
شخصی معاملات کی حد تک ہے امر خیر
نوعی معاملات کا اندازاور ہے
اس انجمن کے ساز کی آواز اور ہے

یعنی زمین فتنہ ہو جس وقت باردار
انسانیت کے صحن میں اڑنے لگے غبار
آئین اجتماع میں پیدا ہو انتشار
ساکن معاشرہ میں تزلزل ہو آشکار
اور یہ نظر پڑے کہ زمیں داد خواہ ہے
اس وقت خوئے مہر ومحبت گناہ ہے

جس وقت اک گروہ شریر و جفا شعار
جبار و قہر بار وستمگار و ہرزہ کار
خود بین و خود فریب و خود آرا و خود شمار
باطل نواز و خانہ بر انداز و حق شکار
دامانِ صلح و جیب اماں پھاڑنے لگے
ہر بام پر جنوں کے علم گاڑنے لگے

توڑے ہر ایک شاخ، نچوڑے ہر ایک پھول
دلنے لگے علوم کھرچنے لگے عقول
ڈھانے لگے حقوق دھنکنے لگے اصول
بونے لگے ظلوم اگانے لگے جھول
کھینے لگے نمائش جاہ و جلال کو
سینے لگے تصور جنگ و جدال کو

محلوں میں جلوہ ریز ہوں ارزال خیرہ سر
چالاک رہزنوں کو ملے منصب خضر
سفلوں کو ہونشست سر تخت سیم و زر
اقطاب روز گار کے بستر ہوں خاک پر
آئے اجل عوام کی جانوں کے واسطے
دنیا ہو صرف چند گھرانوں کے واسطے

Presented by www.ziaraat.com

جہال کی زبان پہ ہوں لن ترانیاں
اشرار خود غرض کو ملیں حکمرانیاں
برسیں حقیقتوں کی زمین پر کہانیاں
کھانے لگیں عوام کا گودا گرانیاں
سفلوں سے بھیک اہل سخا مانگنے لگیں
مرنے کی اہل علم دعا مانگنے لگیں

پوشاک اصفیا کو لعیں سوندنے لگیں
اپنے کو ماہ و سال غلط لوندنے لگیں
کشت وفا کو اہل جفا روندنے لگیں
کوندے ہر ایک سمت نئے کوندنے لگیں
حد یہ ہے دیر نعرہ لگا کر مصاف کا
کرنے لگے حرم سے تقاضا طواف کا

حیوانیت کی آگ کو سب دھونکنے لگیں
نکلے وہ بو کہ ارض و سما اونکنے لگیں
تہذیب کے دیار میں بن ہونکنے لگیں
سونے لگیں چراغ دھوئیں چونکنے لگیں
اتنے بجھیں کہ دھوپ میں تارے نکل پڑیں
ٹکرو ہو کہ یخ سے شرارے نکل پڑیں

اس وقت فرض ہے کہ برائے مفاد عام
اک مرد حق پناہ اٹھے بہر انتظام
پہلے کرے زباں سے ہدایت کا اہتمام
مانے نہ پھر بھی کوئی تو لے کر خدا کا نام
پائے ہوس سے طاقت رفتار کھینچ لے
میدان میں میان سے تلوار کھینچ لے

ایسے ہی ایک دور میں اک مرد حق پناہ
پروردگار ملت و پروردۂ الٰہ
گلزار نور طور خیابان مہر و ماہ
مولائے راہ راست شہنشاہ کج کلاہ
سب عقدہ ہائے انفس و آفاق کھول کر
آیا تھا کارزار میں تلوار تول کر

آتا نہ کیونکہ صبح پہ چھائی ہوئی تھی شام
تاریک تھے حریم تجلی کے سقف و بام
بدنظمیوں کی راہ پہ تھا پائے انتظام
دنیا کے دست نحس میں تھی دین کی زمام
تھا اک سکوت خلوت ذات و صفات میں
قرآں تمام ڈوب رہا تھا فرات میں

Presented by www.ziaraat.com

لہرا رہے تھے بام تمدن پہ وہ علم
جن کے جلو میں صاعقہ جن کی ہوا میں سم
جس کا نبی نفاق تھا جس کا خدا درم
وہ منبر رسولؐ پہ رکھنے کو تھا قدم
دل ہل رہا تھا بحر و بر و مہر و ماہ کا
تھرا رہا تھا تخت رسالت پناہ کا

لرزاں ہوائے جہل سے شمعِ علوم تھی
کاشانۂ ہزار میں آواز بوم تھی
موجِ صبا پہ کشتئ بادِ سموم تھی
اسلام کا جنازہ اٹھانے کی دھوم تھی
شور وغا ابھار کے ذوق گناہ کو
دفنا رہا تھا اشہدان لا الٰہ کو

خاقانیت کی پشت پہ تھا لشکر گراں
اور فقر کی جلو میں بہتر مزاج داں
اسلام تھا دلوں میں کچھ اس طرح نوحہ خواں
جس طرح سے یزید کی خرگاہ میں اذاں
ایمان یوں اسیر محن تھا سپاہ میں
جیسے یقیں کا نور ہو گم اشتباہ میں

صحرا کو تھی حکومت بستاں کی آرزو
دیو سیہ کو تختِ سلیماں کی آرزو
بدرو کو حسنِ یوسفِ کنعاں کی آرزو
ابلیس کو جلالتِ یزداں کی آرزو
پھر تاج گر رہا تھا سر مشرقین کا
منہ تک رہی تھی گردش دوراں حسینؑ کا

اتنے میں اک غبار اٹھا زر نگار سا
کانپا، پھٹا، فضا پہ ہوا چاک، چھٹ گیا
خوشبوئے مصطفیٰؐ سے مہکنے لگی فضا
دیکھا کہ آ رہا ہے خدا وند کربلا
دشت خزاں میں رنگ بہاراں لئے ہوئے
زہراؑ کے مہ وشوں کا گلستاں لئے ہوئے

بنت علی کی شعلہ زبانی لئے ہوئے
عباس کے لہو کی روانی لئے ہوئے
اکبر کی نارسیدہ جوانی لئے ہوئے
اصغر کی پیاس تیر کا پانی لئے ہوئے
اشکوں پہ زلف صبر کا سایہ کئے ہوئے
انفاس میں رسولؐ کی خوشبو لئے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

هاں مژده بادگردش دوراں کہ آگیا
معمار ثانئ حرم دینِ مصطفیٰؐ
تعظیم کے لئے وہ اٹھی روح کر بلا
اور بام آسمان سے آنے لگی صدا
عرشِ بریں سے باد بہاری قریب ہے
اے قدسیو! اٹھو کہ سواری قریب ہے

خون حسین خاک پہ دیکھو وہ بہہ گیا
اسلام کی رگوں میں لہو دوڑنے لگا
صل علیٰ کی دھوم مچادو ملائکا
اے عرش دیکھ فرش کا اعجاز و ارتقا
غازی پلا چکا ہے لہو ماؤطین کو
اے آسمان گود میں لے لے زمین کو

هاں چل چکا ہے شہر شہادت سے کارواں
عصمت کے دائروں کو بجا خیلِ قدسیاں
آنکھیں بچھا تموج انوارِ کہکشاں
داؤد هاں ترا نہ مقدم بلالِ اذاں
افلاک آؤ جامِ عقیدت پئے ہوئے
صف بستہ ہو نجوم کی شمعیں لئے ہوئے

حورو! چراغِ خلد جلاؤ پرے جماؤ
فردوس کو سجاؤ، سنوارو دلھن بناؤ
پیغمبرو! عبائیں پہن کر قدم بڑھاؤ
جاؤ محمدؐ عربی کے قریب جاؤ
هاں آؤ اے فضا کے گرد گھومتے ہوئے
وہ آگیا حسین بڑھو جھومتے ہوئے

کج کر کلاہ فخر و مباہات اے خلیل
اٹھ مقدم خدیو شہیداں کو جبرئیل
ساحل پہ نور پاش ہو اے چہرۂ قتیل
آ اور چھڑک پسینہ کہ پیاسی ہے سلسبیل
جنت کا آب ورنگ کہیں دم نہ توڑ دے
شبیر اپنی پیاس کا دامن نچوڑ دے

اے ساکنان حجلۂ سرصفات و ذات!
جھک جاؤ پیش بارگہہ میرِ کائنات
اے موت ادب سے پیش کر آئینۂ حیات
عکسِ حسین کانپ چکا ہے سرفرات
اعزاز بندگان گرامی دو چند ہو
اے کربلا کی خاک فلک تک بلند ہو

Presented by www.ziaraat.com

ہاں تم بھی ناصران شہید جفا بڑھو
اے شاہزادگان دیار وفا بڑھو
اے شاہدانِ گل رخِ گلگوں قبا بڑھو
زینبؑ بلا رہی ہے تمہیں فاطمہؑ بڑھو

اے چرخ افتخار کے شمس و قمر بڑھو!
عباسؑ منتظر ہیں، علیؑ تیز تر بڑھو!

ہاں قدسیان کنگرۂ عرش گھڑ گھڑ اؤ
اے تار ہائے بربط و آفاق جھنجھناؤ
مریمؑ کدھر ہو، فاطمہ زہراؑ کے پاس آؤ
یوسفؑ! وہ آئے اکبرؑ و قاسمؑ، گلے لگاؤ

پیری شباب پر ہے مروت سے کام لو
یعقوبؑ! دست ابن مظاہر کو تھام لو

جنباں ہے عرش اب نہ دھڑک اے دل دونیم
اصغر کے پالنے کو ہلا خلد کی شمیم
زلف حسینؑ کھل کے بہے دجلۂ نسیم
در آحجاب قدس میں اے بندۂ عظیم

پیرے ہیں یہ لہو میں انہیں سرخرو کرو
زہرا کے آنسوؤں سے فرشتو وضو کرو

افسردہ جاں حبیب کی اے ناتوانیو!
اے دختر بتول کی جادو بیانیو!
اے کشتگان راہ فنا کی جوانیو!
اے خیمۂ غریب کی جلتی کہانیو!

ٹھنڈے ہیں تار، بربط ماتم سرشت کے
آؤ کھلے ہوئے ہیں دریچے بہشت کے

چھا اے حسینؑ مطلع ذوق ظہور پر
دامن کا سایہ ڈال تجلائے طور پر
اے کربلا کے ابر! برس جاشعور پر
تاحشر دوڑ تارِ سنین و شہور پر

نام یزید رینگ مقامات پست میں
اے فتح خود فریب بدل جاشکست میں

ہاں جوشؔ اب پکار کہ اے میر کربلا
اس بیسویں صدی کی طرف بھی نظر اٹھا
ہاں دیکھ یہ خروش یہ، ہلچل یہ زلزلہ
اب سیکڑوں یزید ہیں کل اک یزید تھا

طاقت ہی حق ہے شور ہے یہ گاؤں گاؤں میں
زنجیر پڑ رہی ہے پھر انساں کے پاؤں میں

Presented by www.ziaraat.com

پھر جنگ و جبر و جور پہ انساں کو ناز ہے
پھر آدمی پلنگ ہے کرگس ہے باز ہے
دل ہیں علیل ذوق ہوس چارہ ساز ہے
پھر حب اقتدار کی رسی دراز ہے

ذاتی مفاد پر ہیں سبک سر اڑے ہوئے
چاندی کے پھر بھنور ہیں رگوں میں پڑے ہوئے

رو ہے وہ حرص کی کہ ٹھکانے نہیں ہیں ہوش
بھٹکے ہوئے انا پہ معلق ہیں چشم و گوش
پھر آدمی ہے صلح نما و جدل فروش
سینے خزف بدست، زبانیں گہر بدوش

آ اور زلف لیلیٰ ہستی سنوار دے
ڈوبی ہوئی ہیں وقت کی نبضیں ابھار دے

تو وہ ہے جو رسن سے نہ سہا نہ دار سے
ٹکر ترے ثبات نے لی کوہسار سے
فتنوں کے سر جھکائے خم ذوالفقار سے
تو نے غرور چھین لیا شہر یار سے

بیعت کی خواستگار حکومت نہیں رہی
شاہی میں تیرے بعد یہ جرأت نہیں رہی

تو نے ثبات و صبر کے دریا بہا دئے
سارے نقوش ہیبت سلطاں مٹا دئے
فتنوں کے سر جھکائے پرخچے اڑادئے
تو نے زمیں پہ فقر کے سکے بٹھادئے

تیرے لہو نے طرح عناں گیر ڈال دی
تو نے ہوس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی

قصر تجلیات ہے ویراں ترے بغیر
ظلمت کی اک کرن ہے رگ جاں ترے بغیر
نامعتبر ہے عظمت انساں ترے بغیر
گونگے کا ایک خواب ہے قرآں ترے بغیر

لب ہائے مہر بستۂ حق کی زباں ہے تو
مصحف ہے اک منارۂ جامد اذاں ہے تو

جھٹکوں نے رکھ دیا تھا زمیں کو جھنجھوڑ کر
خنداں تھا جہل، علم کی آنکھوں کو پھوڑ کر
نازاں تھا سنگ شیشۂ رنگیں کو توڑ کر
''لا'' مڑ رہا تھا دامن ''الا'' کو چھوڑ کر

تو نے قصور ذوق بغاوت کو ڈھا دیا
''الا'' کے در پہ ''لا'' کو دوبارہ جھکا دیا

Presented by www.ziaraat.com

توُنے دلوں کو دولتِ بیدار بخش دی
خوفِ اجل سے ہمتِ پیکار بخش دی
نطقِ گدا کو طاقتِ گفتار بخش دی
پیشِ خدیو جرأتِ انکار بخش دی
مظلوم کے غرور کو بیدار کر دیا
ناطاقتیٔ نبض کو تلوار کر دیا

تونے زباں ہلائی تو شمشیر چل گئی
بدلی نظر خیال کی دنیا بدل گئی
کی حریت کی شرح تو زنجیر گل گئی
چھٹکائی چاندنی تو کڑی دھوپ ڈھل گئی
شبنم کی بوند اٹھائی گھٹائیں سرک گئیں
شیشے کی چوٹ دی تو چٹانیں درک گئیں

تیری نئی ادائیں ہیں عبدِ اللہ خو
جب تو ہنسا تو سنگ بنا گنگ رنگ و بو
اور جب کبھی بگڑ کے ہوا گرم گفتگو
آہن کے جو ہروں سے ٹپکنے لگا لہو
مولا! تری سرشت نے سانچے میں ڈھال کے
ڈانڈے ملادئے ہیں جمال و جلال کے

ہاں اے حسینؑ مصلحِ افکار مرحبا
اے بے نیاز اندک و بسیار مرحبا
اے تیغ انقلاب کی جھنکار مرحبا
اے دست کرد گار کی تلوار مرحبا
تونے لہو سے شمع جلا دی عقول کی
ہوتا نہ تو تو نبض نہ چلتی اصول کی

ہاں اے حسینؑ جامع اضداد السلام
اے بے نیاز اندک وبسیار السلام
اے فخر دہر و نازش اجداد السلام
اے افتخار حکمت ایجاد السلام
تیرے لہو کی نہر جو مواج ہوگئی
بار دگر رسولؐ کو معراج ہوگئی

بیگانہ ہوں تصور حق کے جہات سے
واقف نہیں چگونگیٔ واقعات سے
باہر کھڑا ہوں محفل ذات و صفات سے
اور مطمئن نہیں ہوں نظام حیات سے
جس میں بھری ہے آگ وہ تپتی زبان ہوں
میں نظم زندگی سے بہت بدگمان ہوں

Presented by www.ziaraat.com

موتی وہ کون سے ہیں جو میں رولتا نہیں
عقدے وہ کون سے ہیں جنہیں کھولتا نہیں
وہ کیا حقیقتیں ہیں جنہیں تولتا نہیں
تیرا لحاظ ہے کہ میں کچھ بولتا نہیں

یا میری سمت گوہر اسرار رول دے
یا پھر مری زبان کی زنجیر کھول دے

اے ناخدائے کشتی افکار المدد
فرماں روائے کشور اسرار المدد
اے باب شہر علم کے دلدار المدد
اے جانشین احمد مختار المدد

داتا گدائے راہ کا ارماں نکال دے
کونین کو فقیر کی جھولی میں ڈال دے

....

سینے پہ مرے نقشِ قدم کس کا ہے
رندی میں یہ اجلال و حشم کس کا ہے
زاہد مرے اس ہات کے ساغر کو نہ دیکھ
یہ دیکھ کہ اس سر پہ علم کس کا ہے

عظمتِ انسان

Presented by www.ziaraat.com

اے قلم چوب خضر ، حبل متینِ ارشاد
شانۂ گیسوئے خم دار عروسِ ایجاد
قلزم وقت میں تو زمزمۂ باد مراد
تیری تاریخ میں بیتی ہوئی صدیاں آباد

کرۂ خاک صدانوار وصد آثار کے ساتھ
رقص میں ہے تری پازیب کی جھنکار کے ساتھ

دونوں عالم کو اٹھائے ہوئے شانے تیرے
بربط گیتی و گردوں میں ترانے تیرے
جسقدر بھی ہیں زمانے وہ زمانے تیرے
تندروَ وقت کے دھاروں میں فسانے تیرے

دور پارینہ کہ ہے موت کے ایوانوں میں
سانس لیتا ہے ترے زندہ کتب خانوں میں

تو بصد ناز جدھر سے بھی گذر جاتا ہے
جادۂ زیست کا ہر ذرہ سنور جاتا ہے
تو مہ و سال کی یورش سے نکھر جاتا ہے
ضربت وقت سے کچھ اور ابھر جاتا ہے

توڑ دیتی ہے چٹانوں کو روانی تیری
رس پر آتی ہے بڑھاپے میں جوانی تیری

نوک تیری جگر کوہ کو برماتی ہے
نازنینوں کے کلیجوں میں اتر جاتی ہے
تیری گھنگھور گھٹادل پہ جو چھا جاتی ہے
دونوں عالم کے برسنے کی صدا آتی ہے

تیری بوچھار میں ڈھلتے ہیں ترانے کیا کیا
مست رم جھم میں کھنکتے ہیں فسانے کیا کیا

تیرے سجدے میں ثریا کی بلندی غلطاں
تیرے لفظوں میں دوصد شمس وقمر زمزمہ خواں
تیری گفتار سے برنائی ذہن انساں
تیری رفتار سے رقصاں ہے نگار دوراں

تیری چوکھٹ پہ جبینیں ہیں جہاں داروں کی
سانس رکتی ہے ترے نام سے تلواروں کی

Presented by www.ziaraat.com

تیرا پرچم علم و چتر و عصا پر بھاری
ایک اک حرف ترا ارض و سما پر بھاری
تیرا اک عشوہ دو عالم کی ادا پر بھاری
روشنائی تری خون شہداء پر بھاری
جس میں عنصر ہے ابد کا وہ ہنر ہے تجھ میں
دولت عمر مسیحا و خضر ہے تجھ میں
تو خزف کو قمر و لعل و گہر دیتا ہے
شب لب تشنہ کو گل بانگ سحر دیتا ہے
موجِ تخئیل کو لفظوں میں کتر دیتا ہے
روح کاغذ کے مسامات میں بھر دیتا ہے
خامشی کو ہمہ تن ساز بنا دیتا ہے
تو خیالات کو آواز بنا دیتا ہے
تیری ٹھوکر پہ سر قیصر و تاج فغفور
تیری مطرب حرکت لرزش مژگان شعور
تیرے آغوش میں آب خضر و آتش طور
تیرے سینے میں شب قدر و نم صبح ظہور
معتبر ہے جو گواہی سو گواہی تیری
صبح صادق کا سپیدہ ہے سیاہی تیری

تو ہر اک سطر میں سو شہر بسا دیتا ہے
طاقِ الفاظ میں قندیل جلا دیتا ہے
گنگناتا ہے تو کاغذ کو بجا دیتا ہے
فکر سی چیز کو آنکھوں سے دکھا دیتا ہے
جب تجھے معرض رفتار میں لے آتے ہیں
کتنے بت ہیں کہ ترشتے ہی چلے جاتے ہیں
اے قلم مسئلہ میزان و معارف مقیاس
علم بنیاد و ہنر محور و ادراک اساس
فکر پیما ونظر ناقد و فرہنگ شناس
مشعلِ قصر ادب مشرق صبح قرطاس
نام تیرا سبب جنبش لب ہائے رسول
اے قلم موت کے لمحے کی تمنائے رسول
اے قلم نور فشاں ہو کہ دمک جائے زمیں
ظلمت وہم میں ضوبار ہو خورشید یقیں
حیف اس دور جواں پر کہ بہ ایں عقلِ مبیں
آدمی کی عظمت کا اسے اندازہ نہیں
حسن ارضی پہ سماوات کو شیدا کر دے
آدمی کیا ہے یہ دنیا پہ ہویدا کر دے

Presented by www.ziaraat.com

آدمی دولت دارین و متاع دوراں
آدمی نغمۂ داؤد و جمال کنعاں
آدمی وارث کونین و رئیسِ دوجہاں
آدمی بربط محراب جہان گذراں

دور میں نازش آفاق کا جام آتا ہے
لب گیتی پہ جب انسان کا نام آتا ہے

فاتح مملکت باطن و ظاہر انساں
خسر و انجم و دارائے جواہر انساں
شاعر و مطرب و بت ساز و مصور انساں
موجد و مصلح و مولاو مفکر انساں

دیدۂ ارض و سماوات کا تارا انساں
قلزم وقت کا مڑتا ہوا دھارا انساں

آدمی حسن شفق نور سحر بانگ ہزار
بوئے گل رنگ حنا موج صبا رقص شرار
نغمۂ جوئے چمن زمزمۂ ابر بہار
عشوۂ موسم گل ناز ہوائے کہسار

دست کونین میں سرشار کٹورا انساں
نرگس لیلئ ایجاد کا ڈورا انساں

اس کی آواز جلاتی ہے سروں کی مشعل
اس کی رفتار بجاتی ہے زمیں کی چھاگل
اس کرے میں کہ عناصر ہیں جہاں گرم عمل
معتبر اک فقط انسان ہے باقی مہمل

اس کے نغموں ہی سے فردوس علم ہے دنیا
ورنہ اک واہمۂ لات و ہبل ہے دنیا

عشوۂ زہرہ جبیناں ہے اسی کے دم سے
خاک رقصاں وغزل خواں ہے اسی کے دم سے
دور میں جام بہاراں ہے اسی کے دم سے
مستی گردش دوراں ہے اسی کے دم سے

خیمۂ جشن شبستاں میں سویرا ہو جائے
یہ جو اٹھ جائے تو دنیا میں اندھیرا ہو جائے

کرۂ خاک ہے مدہوش فضا خواب میں ہے
ظلمت آلودہ غفلت ہے ضیاء خواب میں ہے
شب تارو سحر لالہ قبا خواب میں ہے
نجم وخورشید وقمر ارض وسما خواب میں ہے

عقدہ ہے کون و مکاں عقدہ کشا ہے انساں
اس ندا پے میں فقط جاگ رہا ہے انساں

Presented by www.ziaraat.com

اسکی تخئیل کے حلقے میں جناں رقصاں ہے
نغمہ برلب ہے مکاں دورِ زماں رقصاں ہے
شرگیں لیلئی اسرارِ نہاں رقصاں ہے
اسکی انگنائی میں روح دو جہاں رقصاں ہے
یہ رئیس قمری ہے یہ امامِ شمسی
اس کے انفاس پہ تلتا ہے نظامِ شمسی

آدمی فاتح مستقبل امراض و اجل
آدمی عربدۂ آخر و ناز اول
صاحبِ قوس و ہلال و شفق وابر و جبل
آمر مہر و مہ و زہرہ و ناہید و زحل
شرف کعبہ و اعزاز کلیسا انساں
زندگی محمل و رقصندہ ہے لیلٰی انساں

اس کی محراب میں غلطیدہ فرشتوں کا ورود
اس کی سرکار میں جبرئیلِ امیں سربہ سجود
اس کے انکار کی پاداش میں شیطاں مردود
اس کا جنت سے ہبوط اصل میں ہیجان صعود
خلد کو تج کے تھرکتی ہوئی جنت پائی
خاک کی گود میں آیا تو خلافت پائی

یہ شب ماہ کی جگ مگ یہ سحر کا گل زار
شب نم گل پہ یہ نو خیز شعاعوں کا نکھار
رقص کرتی ہوئی تتلی پہ یہ رنگوں کی پھوار
آدمی کی فقط اک موج تبسم پہ نثار
لیلیٰ نغمۂ کن کا خم و چم ہے انساں
جس کی جھولی میں صمد ہے وہ صنم ہے انساں

نرم آنچوں پہ مہ و سال نے سینکا ہے اسے
چاندنی نے طبق سیم میں گوندھا ہے اسے
سرخ تیشوں سے شعاعوں نے تراشا ہے اسے
چھینیاں وقت کی ٹوٹی ہیں تو کھرچا ہے اسے
جو بن اپنا مہ و خورشید نے جب گھالا ہے
تب کہیں نور کے سانچے میں اسے ڈھالا ہے

مدتوں دایۂ فطرت نے کھلایا ہے اسے
دودھ صدیوں نے لگاتار پلایا ہے اسے
کتنے بپھرے ہوئے دھاروں نے ترایا ہے اسے
کتنی صبحوں کے تسلسل نے جگایا ہے اسے
کتنے قرنوں کی مشقت نے اجالا ہے اسے
خون تھوکا ہے عناصر نے تو پالا ہے اسے

Presented by www.ziaraat.com

ظلمت و نور گل و خار سرور و غوغا
آب و آتش خزف و برگ سراب و دریا
پا بہ گل کوہ دواں نہر پرافشاں صحرا
چمپئی دھوپ سیہ ابر گلابی جاڑا
ان سب اضداد نے مل جل کے سنوارا ہے اسے
خاک نے کتنے جتن کر کے نکھارا ہے اسے

اس کو جھولے میں جھلایا ہے صبا نے برسوں
لوریاں دی ہیں سمندر کی ہوا نے برسوں
اسکو پروان چڑھایا ہے فضا نے برسوں
اسکو چوما ہے لب ارض و سما نے برسوں
خاک گرداں کی پسینے سے نسیں بھیگی ہیں
تب کہیں خیر سے انساں کی مسیں بھیگی ہیں

اس کے انفاس سے رخسار تمدن پہ شباب
اس کی آواز سے گلزار ترنم شاداب
اس کے ادراک کی چٹکی میں دو عالم کی نقاب
اس کی پلکوں کی جھپک ارض و سما کی مضراب
خاک پرزمزمۂ نہر جناں ہے انساں
دہن لیلیٰ عالم میں زباں ہے انساں

مرغزار و چمن و وادی و کوہ و صحرا
سبزہ و شبنم و ریحان و گل و سرو و صبا
ذرہ و اختر و مہر و مہ و دشت و دریا
سب یہ گونگے ہیں اٹھائے ازلی سناٹا
گرہ ارض و سما کھول رہا ہے انساں
اس خموشی میں فقط بول رہا ہے انساں

آدمی صاحب گیتا وزبور وقرآں
کفر ہے اس کی صباحت تو ملاحت ایماں
بانی دیر و حرم وضع ناقوس و اذاں
خالق اہرمن و موجد حرف یزداں
یہ جو عیب و ہنر وزشتی و زیبائی ہے
فقط انساں کی ٹوٹی ہوئی انگڑائی ہے

دوزخ دہر میں گلزار جناں ہے انساں
حلقۂ زلف و خم آب رواں ہے انساں
جنبش نبض مکاں روح زماں ہے انساں
خاک ہے تاج محل شاجہاں ہے انساں
حاکم کون و مکاں ناظم دوراں انساں
خاک اک رحل سبک سیر ہے قرآں انساں

Presented by www.ziaraat.com

اس کے انفاس سے خوشبو میں روانی آئی
خامشی کو روش زمزمہ خوانی آئی
آگ درشن کو لئے تھال میں پانی آئی
اس نے دیکھا تو زلیخا پہ جوانی آئی
اس کی آواز نے درہائے ادا کھول دئے
طور سے بن نہ پڑا بند قبا کھل دئے

آدمی حافظ و خیام و انیس و عرفی
غالب و مومن وفردوسی و میر و سعدی
خسرو و رومی و عطار و جنید و شبلی
یونس و یوسف و یعقوب و سلیمان و علی
خطبۂ حضرتِ خلاق کا منبر انساں
انتہا یہ کہ محمدؐ سا پیمبر انساں

آپ کہتے ہیں کہ اللہ کو بندے پہچان
اور بیگانہ ہے انسان سے اب تک انسان
اس جہالت میں کہاں علم خدا کا امکان
شرط اول ہے کہ حاصل ہو بشر کا عرفان
ذکر ابھی آپ نہ اللہ کا للہ کریں
فقط انسان سے انسان کو آگاہ کریں

ذہن جس وقت کہ ہو جائیگا انساں آگاہ
تو نکل آئیگا خود پردۂ انساں سے الٰہ
وحدت انفس و آفاق کو پالے گی نگاہ
اور شریعت یہ بنے گی کہ تکدر ہے گناہ
شور ہوگا نہ رہے کوئی وفا کا دشمن
بے شک انسان کا دشمن ہے خدا کا دشمن

دوست اپنا ہے تو انسان کے دامن کو نہ چھوڑ
ہاں اسی حبل متیں کی طرف ادراک کو موڑ
دل تو دل ہے کسی پتھر کو بھی جھلا کے نہ توڑ
کہ یہ انداز ہے اللہ کی وحدت کا نچوڑ
گو قباحت ہے بڑی کافر یزداں ہونا
اس سے بدتر ہے مگر کافر انساں ہونا

پھر تو کھل جائیگی یہ بات کہ بے حبّ انام
نہ ولایت نہ امامت نہ رسالت نہ پیام
دل ہے بے سوز تو مہمل ہیں طواف و احرام
سب سے بہتر عمل خیر ہے تیمار عوام
ان کو سرکار دو عالم کے پیام آتے ہیں
جو برے وقت میں انسان کے کام آتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

بات تو جب ہے کسی فرد سے وحشت نہ رہے
دوست تو دوست ہے دشمن سے بھی نفرت نہ رہے
دل ہو یوں صاف کہ امکان کدورت نہ رہے
عقل کی ہے یہ نجابت کہ عداوت نہ رہے
شہر وحدت میں نبردِ حرم و دیر نہیں
صحت فکر اگر ہے تو کوئی غیر نہیں

اپنے یاروں کی محبت ہے مزاج انساں
آپ بھی اپنے رفیقوں پہ ہیں گوہرافشاں
دل سے تھا شمر بھی اپنے رفقا پر قرباں
آپ اور شمر ہیں اس سطح پہ بالکل یکساں
ہاں جو دل میں چمن حبّ عدو کھل جائے
آپ کو سطحِ حسین ابن علی مل جائے

کفر بھی راہ محبت میں ہے عین اسلام
عنصر بغض ہو دل میں تو عبادت بھی حرام
جو کسی قلب پہ جڑتا ہے نگین اکرام
کندہ ہوتا ہے درعرش پہ اس شخص کا نام
جب کوئی غیر کو پیغام اماں دیتا ہے
اٹھ کے ہر ذرۂ آفاق اذاں دیتا ہے

کپکپاتی ہے جسے آہِ اسیرانِ بلا
جس کے سینے میں دھڑکتی ہے صدائے فقرا
جس کے اعصاب کو ڈستا ہے رخِ زرد گدا
جس کی شہ رگ میں کھٹکتی ہے نگاہ غرباء
تذکرے اس کے فرشتوں میں ہوا کرتے ہیں
انبیاء اس کی زیارت کی دعا کرتے ہیں

تلخ کاموں کو پلاتا ہے جو آب شیریں
بخشتا ہے کسی مضطر کو جو کیف تمکیں
عمر بھر خدمت انساں سے جو تھکتا ہی نہیں
اس کی سرکار میں خود عرش جھکاتا ہے جبیں
اپنے زانو پہ جو دکھیوں کو سلا لیتا ہے
اس کو اللہ کلیجے سے لگا لیتا ہے

جس کی ہر سانس ہو اک ولولۂ خیر انام
نیند جس کی ہو غریبوں کی محبت میں حرام
جادۂ خدمت انساں پہ جو ہو گرم خرام
اس الوہی بشریت پہ درود اور سلام
حامل اوج الوہیت انساں تھے حسین
ہاں اسی جادۂ خدمت پہ خراماں تھے حسین

Presented by www.ziaraat.com

قافلے دھوپ میں جس وقت کہ چکراتے تھے
ہائے کیا دل تھا انہیں چھاؤں میں لے آتے تھے
داد احسان کی ملتی تھی تو شرماتے تھے
تشنہ لب دیکھ کے دشمن کو تڑپ جاتے تھے
دشت بے آب میں کوثر کی روانی تھے حسین
کشت انساں پہ برستا ہوا پانی تھے حسین

چشمۂ بذل وسخا دجلۂ جود و احساں
مصلح وضع جہاں عزت نوع انساں
لنگر کشتئ حق ناشر حکم یزداں
خادم خستہ دلاں ہادم قصر سلطاں
خاور صدق و صفا داور ایثار حسین
کل جہاں قافلہ و قافلہ سالار حسین

چشم نم ناک میں تھا پرتو روئے بے شیر
سانس لیتے تھے تو چبھتا تھا جگر میں اک تیر
برق جوّالہ کی تھی موجِ ہوا میں تاثیر
اور اس نقطۂ حدت پہ کھڑے تھے شبیر
کہ جہاں دھوپ کچھ اس طور سے برماتی ہے
سینۂ برف سے بھی آنچ نکل آتی ہے

پھر بھی ماتھے کا پسینہ جو گرا دیتے تھے
پل میں دہکے ہوئے سورج کو بجھا دیتے تھے
چاندنی دھوپ کے آنگن میں کھلا دیتے تھے
لو پہ رکھتے تھے قدم پھول بنا دیتے تھے
رخ پہ اک آنچ سی جب پیاس میں لہراتی تھی
جھرجھری کوثر و تسنیم کو آجاتی تھی

اتنی حدت میں بھی آہنگ زمستاں تھے حسین
آب و رنگ چمن وابر بہاراں تھے حسین
کشت آئین رسالت کے نگہباں تھے حسین
فرق سے تابہ قدم موسم باراں تھے حسین
جھوم کر چرخ پہ قبلے سے گھٹا آتی تھی
بات کرتے تھے تو جنت کی ہوا آتی تھی

بزم اجمال میں تفسیر مفصل تھے حسین
طاعت متصل و حمد مسلسل تھے حسین
شاہد گل بدن و حجلۂ مقتل تھے حسین
ہادی پختہ و انسان مکمل تھے حسین
سایۂ تیغ میں بھی درس وفا دیتے تھے
انتہا یہ ہے کہ قاتل کو دعا دیتے تھے

Presented by www.ziaraat.com

مصر مقتل میں جواب مہ کنعاں تھے حسین
طرفہ اک زمزمۂ نوحہ بداماں تھے حسین
صبح افسردگی شام غریباں تھے حسین
کوثر تشنہ دہاں خندۂ گریاں تھے حسین
دشت فریاد میں گل بانگ ترنم تھے حسین
لیلیٰ آہ کے ہونٹوں کا تبسم تھے حسین

نازش نوع بشر فخر اب وجد تھے حسین
مفرد و مستند و اشرف و امجد تھے حسین
سجدہ کرتا تھا جدھر کعبہ وہ معبد تھے حسین
نقطۂ پختگیٔ فکرِ محمدؐ تھے حسین
یہ نہ ہوتے تو یقیں صید گماں ہو جاتا
آخری شعلۂ پیغام دھواں ہو جاتا

جگر ختم رسل جان علی شمع بتول
خاور جود و کرم داور اقدار واصول
موت کو گردِ قدم مل نہ سکی وہ مقتول
خاتم حق کے نگیں دین شہادت کے رسول
مثل شبیر جنہیں پاسِ وفا ہوتا ہے
ایسے بندوں ہی کے پردے میں خدا ہوتا ہے

بہر شادابی رنگینیٔ گل زار انام
طاق حجت میں جلانے کو چراغ اتمام
اس تمنا میں کہ ڈس لیں نہ یقیں کو اوہام
خیمۂ پاک سے جسوقت کہ نکلے تھے امام
میر آفاق بہ صد زینت و زین آتے ہیں
دور تک شور بپا تھا کہ حسین آتے ہیں

آپ کیا آئے کہ پیغامِ بہاراں آیا
دشت پرخار میں زہرا کا گلستاں آیا
مردہ زروں کی طرف چشمۂ حیواں آیا
افق مصر پہ گویا مہ کنعاں آیا
سورما رن میں بہ صد شان تفاخر آئے
جن کی عادت ہے شہادت وہ بہادر آئے

آپ کیا آئے کہ میدان بنا باغ نعیم
آئی ہر سمت سے فردوس کے پھولوں کی شمیم
جھک گئے انفس و آفاق برائے تسلیم
اپنے سینے سے لگانے کو بڑھے ابراہیم
ہاتھ پھیلائے ہوئے بادِ بہاری آئی
جھوم اٹھے خار کہ پھولوں کی سواری آئی

Presented by www.ziaraat.com

بزم ارواح میں پہنچی جو حسینی آواز
تو زمیں پر اتر آئے جو نبی تھے ممتاز
مصطفیٰ جھک گئے سجدے میں بہ افراط گداز
فاطمہ نے یہ صدا دی کہ تری عمر دراز
ہل گیا عرش معلیٰ وہ تلاطم آیا
لب قدرت پہ اک افسردہ تبسم آیا

اللہ اللہ وہ میدان میں تقریر امام
نرم لہجے میں کھنکتے ہوئے فردوس کے جام
یوں مرتب تھا لب خشک پہ شاداب کلام
جادۂ وحی پہ جس طرح نبوت کا خرام
بات میں لہر بہ دیں تشنہ لبی آتی تھی
بوئے انفاس رسول عربی آتی تھی

ذہن بہرے تھے خطابت نہ ہوئی بار آور
رس کی بوندوں کو بھلا جذب کرے کیا پتھر
طبل پر چوٹ پڑی دشت ہوا زیر و زبر
باندھ لی آل محمد نے بھی مرنے پہ کمر
پھر تو اک برق تپاں جانب اشرار چلی
نہ چلی بات تو پھر دھوم سے تلوار چلی

رن میں ہر چند کہ تھا دبدبۂ قیصر و جم
لشکر و دمدمہ و طنطنہ و رعب و حشم
دشنہ و خنجر و تیر و تبر و تیغ و علم
لڑکھڑائے نہ محمد کے نواسے کے قدم
سر اشرار سے میدان وغا پاٹ دیا
تیغ برّاں کا رگ جاں سے گلا کاٹ دیا

یوں چلی کشتیٔ قلزم شکن تشنہ لباں
تھم گیا شورِ ہوا، رک گئی نبض طوفاں
انکسار دل شبیر نے زہ کی جو کماں
ہاتھ بھر منھ سے نکل آئی تکبر کی زباں
پشتۂ دجلۂ طغیانِ ستم ٹوٹ گیا
ناؤ ٹکرائی تو گرداب کا دم ٹوٹ گیا

تاج نے آل محمد پہ جو روکا پانی
پیاس کے ابر سے یوں ٹوٹ کے برسا پانی
بے دھڑک قصر حکومت میں در آیا پانی
ہوگیا سر سے شہنشاہ کے اونچا پانی
تاج داری مع اورنگ و نگیں ڈوب گئی
آسماں سے جو لڑی تھی وہ زمیں ڈوب گئی

Presented by www.ziaraat.com

جوئے خوں میں جو دلیروں کے سفینے آئے
چند پیاسے جو لہو موت کا پینے آئے
مرد جب سر سے کفن باندھ کے جینے آئے
شہریاری کو پسینے پہ پسینے آئے
نبض آقائی ابلیس ہوس چھوٹ گئی
فقر کی ضرب سے شاہی کی کمر ٹوٹ گئی

وہ لب فسق پہ تبلیغ نواہی نہ رہی
نشۂ کبر کی وہ مست جماہی نہ رہی
ذوق بیعت کی جلو میں وہ تباہی نہ رہی
تاؤ مونچھوں پہ جو دیتی تھی وہ شاہی نہ رہی
حشم قیصری و فرکیانی نہ رہا
پیاس کی دھوپ سے تلوار میں پانی نہ رہا

اللہ اللہ جہاں کوب حسینی اصحاب
جن کے دریائے شجاعت میں دو عالم غرقاب
اکبر و ابن مظاہر کا نہیں کوئی جواب
وہ لڑکپن کی جوانی یہ بڑھاپے کا شباب
دونوں جاں باز تھے دونوں ہی جری کیا کہنا
مشعل شام و چراغ سحری کیا کہنا

قطرۂ دل میں لئے ایک سمندر تھے حسین
ذات واحد میں سمیٹے ہوئے لشکر تھے حسین
دین آداب رفاقت کے پیمبر تھے حسین
جان دینے کو جب آئے تو بہتر تھے حسین
سرفرشتوں کے یہاں آج بھی خم ہوتے ہیں
ایسے انسان رسولوں میں بھی کم ہوتے ہیں

حیف جس قوم کا سلطان ہو ایسا انساں
وہ رہے خستہ پریشاں معطل حیراں
نہ شرربار ترنگیں نہ دہکتے ارماں
جس کی آنکھیں فقط آباد ہوں سینے ویراں
ہمت و جرأت وایثار و وفا کچھ بھی نہیں
ذکر مولا پہ کراہوں کے سوا کچھ بھی نہیں

زندگی شعلۂ جوالا ہے گلزار نہیں
موت کا گھاٹ ہے یہ مصر کا بازار نہیں
اپنے آقا کی تاسّی پہ جو طیار نہیں
زندہ رہنے کا وہ انسان سزاوار نہیں
جو حسینی بھی ہے اور موت سے بھی ڈرتا ہے
ہاں وہ توہین حسین ابنِ علی کرتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

جہلا جب کلہ علم کو ٹھکراتے ہیں
علماء دین کو جب بیچ کے کھاجاتے ہیں
سفہاء دولت فانی پہ جب اتراتے ہیں
جو حسینی ہیں وہ میداں میں نکل آتے ہیں
دھجیاں دامن دولت کی اڑا دیتے ہیں
باد صرصر کو چراغوں پہ نچا دیتے ہیں

مردہ وہ ہیں پر باطل جو کتر دیتے ہیں
حق جو مانگے تو دل و جان و جگر دیتے ہیں
شیر سا بھائی تو یوسف سا پسر دیتے ہیں
ہات بیعت کو بڑھاتے نہیں سر دیتے ہیں
آتش مرگ میں بے خوف و خطر جاتے ہیں
آنچ آتی ہے جو عزت پہ تو مر جاتے ہیں

سورما فتنۂ باطل کو دبا دیتے ہیں
خون دہکے ہوئے ذروں کو پلا دیتے ہیں
اپنی گودوں کے چراغوں کو بجھا دیتے ہیں
اپنے چاندوں کو اندھیروں میں سلا دیتے ہیں
مثل شبیر جو پیغام عمل دیتے ہیں
ایسے ہی لوگ زمانے کو بدل دیتے ہیں

میں یہ پوچھوں جو خفا ہوں نہ رفیقانِ کرام
کہ لرزتے تو نہیں آپ حضورِ حکام
آپ سرکار میں جھکتے تو نہیں بہرِ سلام
آنکھ شاہوں سے ملاتے ہیں بہ اندازِ امام
رائے بکتی تو نہیں آپ کی بازاروں میں
آپ کا رنگ تو اڑتا نہیں درباروں میں

آپ باطل سے دبکتے ہیں تو یارانِ کرام
آپ کو نام حسین ابن علی سے کیا کام
جائیے بیٹھئے خلوت میں علی الرغم امام
لوٹیے دولت لب ہائے بتان گل فام
خود کو عشرے میں نہ مغموم بنائے پھریے
اپنی غیرت کے جنازے کو اٹھائے پھریے

آپ کا آل محمد سے جدا ہے دستور
قابل غور نہیں مسئلۂ شرح صدور
آپ کا شغل ہے کوئی تو فقط کشف قبور
آپ کو پیروئی شیر خدا نا منظور
آپ تو شمع رہ و رسم کے پروانے ہیں
دوش پر کعبہ ہے سینوں میں صنم خانے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

قوم وہ قوم ہے جو عزم کی متوالی ہے
دین بے روح فقط دین کی نقالی ہے
دل ہے غافل تو عبادت بھی بداعمالی ہے
بے عمل قوم کی قرأت نہیں قوالی ہے
موت کے وقت کی یسین بنا رکھا ہے
دین کو آپ نے اک بین بنا رکھا ہے

آپ ناواقف پیوستگیٔ عشرہ و عید
آپ اک قفل ہیں اور قفل بھی گم کردہ کلید
دل ہیں خاشاک و خزف دیدۂ تر مروارید
دعوۂ حبِ حسین اور ہوس قرب یزید
سوزخواں کے ہیں طلب گار رجز خواں کے نہیں
آپ مجلس کے مسلمان ہیں میداں کے نہیں

ایک دھوکا ہے لگاوٹ میں اگر لاگ نہیں
لو نکل آئے نہ جس راگ سے وہ راگ نہیں
قلزم برق کا اشکوں میں ذرا جھاگ نہیں
حیف پانی تو ہے موجود مگر آگ نہیں
چٹکیاں لے نہ لہو میں تو جوانی کیا ہے
آگ کی جس میں نہ ہلچل ہو وہ پانی کیا ہے

کربلا اب بھی ہے اک ہوش ربا انگارا
اپنے پانی میں لئے آگ کا جولاں آرا
برق و آتش کا ابلتا ہوا اک فوارا
ایک مڑتا ہوا خون شہدا کا دھارا
رنگ اڑتا نظر آتا ہے جہاں داروں کا
مینہ برستاں ہے یہاں آج بھی تلواروں کا

کربلا آج بھی ہے ایک لگاتار پکار
ہے کوئی پیرویٔ ابن علی پر طیار
عصر حاضر میں یزیدوں کا نہیں کوئی شمار
تم مصلوں پہ دو زانو ہو مسلح اشرار
شور ماتم میں کہیں تیغ کی جھنکار نہیں
لب پہ نالے ہیں مگر ہاتھ میں تلوار نہیں

کربلا میں ہے وہی شعلہ فشانی اب تک
آگ کی موج ہے تلوار کا پانی اب تک
تشنگی میں ہے وہی دجلہ چکانی اب تک
منچلوں کی ہے وہی زمزمہ خوانی اب تک
روئے ماحول پہ بانکوں کی وہ دھج ہے اب بھی
میرے سوئے ہوئے شیروں کی گرج ہے اب بھی

Presented by www.ziaraat.com

کربلا میں اثر باغ جناں آج بھی ہے
بوے انفاس مسیحا نفساں آج بھی ہے
حسن رنگینیٔ خونیں کفناں آج بھی ہے
صبح عاشور کی گل بانگ اذاں آج بھی ہے
اک پر اسرار خموشی ہے پرافشاں اب تک
صبح کے دوش پہ ہے شام غریباں اب تک

اب بھی گو دھوپ کی شدت سے زمیں بھنتی ہے
سوزن خاک شراروں کی ردا بنتی ہے
پھر بھی ذروں سے ہوا لعل و گہر چنتی ہے
زندگی سیرتِ شبیر پہ سر دھنتی ہے
رنگ رخسارۂ تاریخ نکھر جاتا ہے
لب پہ جب نام حسین ابن علی آتا ہے

کربلا اب بھی سر وقت پہ لہراتی ہے
زلف کی طرح خیالات پہ بل کھاتی ہے
خامشی رات کو جس وقت کہ چھا جاتی ہے
دل زینب کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے
کبھی ظلمت میں جو کوندا سا لپک جاتا ہے
ایک قرآن بلندی پہ نظر آتا ہے

اب بھی اک سمت سے اٹھتا نظر آتا ہے دھواں
بیبیاں چند کھلے سر نظر آتی ہیں یہاں
ایک گوشے میں ہے گونجی ہوئی آواز اذاں
اک پھرہرا ہے سیہ پوش فضا پر غلطاں
چند سائے نظر آتے ہیں خراماں اب بھی
ایک زنجیر کی جھنکار ہے لرزاں اب بھی

کربلا کے رخ رنگیں پہ دمک آج بھی ہے
اسکے درکے ہوئے شیشوں میں کھنک آج بھی ہے
کل کی برسی ہوئی بدلی کی دھنک آج بھی ہے
ایک نوشاہ کے سہرے کی مہک آج بھی ہے
کچھ گریباں نظر آتے ہیں فضا پر اب بھی
ایک جھولا متحرک ہے ہوا پر اب بھی

کربلا سر سے کفن باندھ کے جب آتی ہے
وسعت ارض و سماوات پہ چھا جاتی ہے
تند انفاس سے فولاد کو برماتی ہے
تبرو تیر کو خطرے میں نہیں لاتی ہے
چڑھ کے نیزے پہ دو عالم کو ہلا دیتی ہے
کربلا موت کو دیوانہ بنا دیتی ہے

Presented by www.ziaraat.com

کربلا اب بھی حکومت کو نگل سکتی ہے
کربلا تخت کو تلووں سے مسل سکتی ہے
کربلا خار تو کیا آگ پہ چل سکتی ہے
کربلا وقت کے دھارے کو بدل سکتی ہے

کربلا قلعۂ فولاد ہے جراروں کا
کربلا نام ہے چلتی ہوئی تلواروں کا

کربلا ایک تزلزل ہے محیط دوراں
کربلا خرمن سرمایہ پہ ہے برق تپاں
کربلا طبل پہ ہے ضربت آواز اذاں
کربلا جرات انکار ہے پیش سلطاں
فکر حق سوز یہاں کاشت نہیں کر سکتی
کربلا تاج کو برداشت نہیں کر سکتی

جب تک اس خاک پہ باقی ہے وجود اشرار
دوش انساں پہ ہے جب تک حشم تخت کا بار
جب تک اقدار سے اغراض ہیں گرم پیکار
کربلا ہاتھ سے پھیکے گی نہ ہرگز تلوار
کوئی کہہ دے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

کہہ رہا ہے یہ ارے کون بہ انداز سروش
کہ بس امروز ہے امروز نہ فردا ہے نہ دوش
کس کی یارب یہ صدا ہے کہ فضا ہے خاموش
میں حسین ابن علی بول رہا ہوں اے جوش
بخش دے آگ مرے سرد عزاداروں کو
ہاں جگا ڈاب میں سوئی ہوئی تلواروں کو

کربلا بہر عمل نعرہ زناں ہے اب تک
کربلا گوش بر آواز بلال ہے اب تک
کربلا منتظر صف شکناں ہے اب تک
کربلا جانب انساں نگراں ہے اب تک
داد غم ایک بھی جاں باز نہیں دیتا ہے
کوئی آواز پہ آواز نہیں دیتا ہے

....

فروغِ داغِ جگر مہر وماہ پا نہ سکے
وہ عشق ہی نہیں کونین پر جو چھا نہ سکے
خلیل نے بھی نہ پایا عروجِ عزمِ حسین
بنایا کعبہ مگر کربلا بنا نہ سکے

Presented by www.ziaraat.com

ہاں آنا ہے وہ دبیر نفس و دارائے حیات
شور جس کا گرم دن گلبانگ جسکی سر درات
جس پہ مبنی جذبۂ حفظ حیات وحبّ ذات
کیا زمیں کیا اسماں جس کی جلو میں کائنات
کج اسی کے بانکپن سے ہے کلاہ زندگی
یہ رسول ذہن آنساں ہے الہٰ زندگی
یہ انا ہے وہ قدم جو ڈگمگا سکتا نہیں
جس میں استثنا کے ہاتھوں جھول آسکتا نہیں
یہ کسی طوفان کو خطرے میں لا سکتا نہیں
یہ چراغ داوری ہے جھلملا سکتا نہیں
یہ دلوں کی آبرو یہ ولولوں کی جان ہے
رحل نفس آدمی پر یہ انا قرآں ہے

زندگی وموت

Presented by www.ziaraat.com

آدمی ہو اور اپنی ذات پر چیں بر جبیں
زندگی اور اپنی عینیت پر الٹے آستیں
یہ تو ممکن ہے کہ انساں توڑ دے حبل متیں
حشر تک لیکن انا سے ہاتھ اٹھا سکتا نہیں

یہ انا ہی تو محافظ ہے بشر کی جان کا
یہ نہ ہو تو دم نکل جائے غریب انسان کا

خدمت احباب و ملک و دودمان و اقربا
جور وخلق و رحم و عشق و نفرت وبیم ورجا
شفقت و قربانی واخلاص و ایثار و سخا
حبّ دنیا حبِ عقبیٰ حبّ حق سبّ خدا

جزر ومد یہ سب کے سب ہیں جوئے احساسات کے
کتنے لاتعداد رخ ہیں ایک حبِ ذات کے

ثبت ہر انسان کے دل پر ہے یہ مہر خیال
میں ہوں صدر علم وبدر عقل وسلطان جمال
معتبر ہے صرف میرا فعل میرا انفعال
مجھ سے بڑھ جائے یہ کس میں تاب یہ کس کی مجال

ذات میری افتخار مہر وناز ماہ ہے
مجھ سے برتر ہے کوئی تو کون خیر اللہ ہے

قابل برداشت جب رہتا نہیں دردِ حیات
ڈھونڈتی ہے تلملاہٹ زہر میں راہ نجات
اس عمل سے عقل انسانی میں آتی ہے یہ بات
ارتکاب خودکشی تک ہے جنون حبّ ذات

آدمی جیتا ہے ساز وبرگ عشرت کے لئے
اور مرتا بھی ہے تو دفعِ اذیت کے لئے

شادماں ہوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
نقد جاں کھوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
کاٹتا بوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے
جاگتا سوتا ہے تو اپنی خوشی کے واسطے

کام رکھتا ہے فقط اپنے ہی مرغوبات سے
کس قدر انسان کو ہے عشق اپنی ذات سے

سوچتا ہے آدمی ارض وسما کچھ بھی نہیں
زیر محراب فلک میرے سوا کچھ بھی نہیں
مجھ سے کٹ جائیں اگر تو انبیا کچھ بھی نہیں
رشتۂ مجھ سے توڑ ڈالے تو خدا کچھ بھی نہیں

جملہ انساں ہیچ ہیں محبوب آب وگل ہوں میں
سب ہیں اعضاء سینۂ فرشِ زمیں کا دل ہوں میں

Presented by www.ziaraat.com

میں جمالِ وادیٔ ایمن غزالِ کوہ قاف
قلب میرا قدسیوں کی بارگاہ اعتکاف
انفس و آفاق میرے گرد سرگرم طواف
نامۂ اعمال میرا عین کعبے کا غلاف
خاک پر مجھ سا ادا سنج قضا کوئی نہیں
اس کرے پر صرف میں ہوں دوسرا کوئی نہیں

میں دل عرش بریں ہوں دیدۂ فرش زمیں
ہاں مری تخئیل کے باہر نہ دنیا ہے نہ دیں
مجھ کو اس آئینہ خانے میں بربِ عالمیں
اپنے چہرے کے سوا کچھ بھی نظر آتا نہیں
میں حقائق کی زباں ہوں داستاں ہے کائنات
کارواں میں ہوں غبار کارواں ہے کائنات

یہ عجب دھن ہے کہ ہر فرد بشر کے روبرو
صرف اپنا مدعا ہے صرف اپنی آرزو
صرف اپنا کرو فر ہے صرف اپنی آبرو
صرف اپنا ذکر اپنی فکر اپنی گفتگو
کان دھرتا ہی نہیں کوئی کسی کی بات پر
کس قدر لہلوٹ ہے انسان اپنی ذات پر

نیلم و یاقوت و مروارید و الماس و نگیں
لالہ و شمشاد و نسرین وچنار و یاسمیں
سبحہ و زنار و خیط و ابیض و حبل متیں
سب ہیں مہمل جب گلے میں سانس کا ڈورا نہیں
صرف میرا اک کھلونا ہے جہاں کچھ بھی نہیں
میں نہیں تو یہ زمیں یہ آسماں کچھ بھی نہیں

خواہ کتنی برہمی ہو خواہ کتنی ابتری
خواہ کتنا ہی جھنجھوڑیں گردشیں افلاک کی
خواہ کتنی ہی بلاؤں میں گھری ہو زندگی
پھر بھی جینے کی دعائیں مانگتا ہے آدمی
تھرتھراتا تلملاتا بلبلاتا ہے بشر
زندگی کو پھر بھی سینے سے لگاتا ہے بشر

نغمہ برلب جام برکف گل بداماں زندگی
قوس طرف کوہ و محراب خمستاں زندگی
جوئے رنگ و چشمۂ آب چراغاں زندگی
موج رقص ودجلۂ آہنگ و الحاں زندگی
موج سوز دل ہے اس کے شعلۂ آواز میں
حرف کن کے نرم ہلکورے ہیں اسکے ساز میں

Presented by www.ziaraat.com

زندگی ربط نہان انتشار و انجماد
اتحاد برف و اخگر ارتباط حبس وباد
انضمامِ خشک و تر آمیزشِ بست و کشاد
بادہ طبع و بادہ صل و برق نسل و بحرزاد
سینۂ شمشیر میں حبِّ گلو ہے زندگی
چاک کے ہاتھوں میں تسبیح رفو ہے زندگی

زندگی وحشی عناصر کا مہذب شاہکار
ربطِ صبح و شام ضبط ریگ زاروجوئے بار
اعتدال آب و آتش امتزاج نورونار
خرمن و برق تپاں کا نقطۂ بوس و کنار
ایک تکوینی ضمانت امتناع جنگ کی
ایک تعمیری ہم آغوشی بلوروسنگ کی

زندگی اضداد کا پیان لطف واتفاق
اک ہم آہنگی میان جزبۂ وصل و فراق
اک اٹل میثاق مابین جمود و انشقاق
خیر و شر کا صلح نامہ شمع وصرصر کا وفاق
شبنم وخورشید کا عہد وفا ہے زندگی
دیکھیے توبت پرکھیے تو خدا ہے زندگی

دن ترنگیں بخشتا ہے رات خواب شکریں
صبح چھلکاتی ہے کرنیں شام زلف عنبریں
نبض چٹکاتی ہے تن میں غنچا ہائے ماوطیں
سانس چنتی ہے قبائے آرزو کی آستیں
ایک نعمت ہے چہکتی چہچہاتی زندگی
پھولتی پھلتی پھبکتی لہلہاتی زندگی

قعر سے تا سطح قلزم پرفشاں ہے زندگی
خار میں حرف خفی گل میں اذاں ہے زندگی
برگ پر شبنم فضا پر کہکشاں ہے زندگی
داستاں درداستاں درد استاں ہے زندگی
فرش سے تا عرش زلف ناز بکھرائے ہوئے
فتح سیاروثوابت کی قسم کھائے ہوئے

زندگی باگیسری سارنگ دیپک سوہنی
بت تراشی رقص موسیقی خطابت شاعری
پنکھڑی تتلی صنوبر دوب نسریں چاندنی
لاجوردی شربتی دھانی گلابی چمپئی
زعفرانی آسمانی ارغوانی زندگی
لاجونتی مدھ بھری کومل سہانی زندگی

Presented by www.ziaraat.com

سحر خو عیسیٰ نفس معجز ادا جادو کلام
بادہ رنگ و مہ وش وبستاں لب و کوثر خرام
شیشہ بزم و سنگ عزم و لالہ سقف و ماہ بام
قند حرف و گل مزاج و سروطبع و مے قوام
زندگی سعی بلیغ ارتقاء کا ناز ہے
آب و آتش کی کرامت خاک کا اعجاز ہے

زندگی جام و صراحی مرغ زارونسترن
اک سجاوٹ اک گھلاوٹ اک لگاوٹ اک چبھن
رقص طاؤس و جمال صبح ورنگ ناردن
گل نفس گل چہرہ گل خوگل جبیں گل پیرہن
رقص ابرو نغمۂ آب رواں ہے زندگی
خاک بے آواز کے منہ میں زباں ہے زندگی

گنگ اشاروں کو صدا کی گود میں پالے ہوئے
نطق سے حبسِ تکلم کی بلا ٹالے ہوئے
مضطرب انفاس کو الفاظ میں ڈھالے ہوئے
رشتۂ باد پر افشاں میں گرہ ڈالے ہوئے
لعل جوہر آفرین و کلک گوہر بار ہے
زندگی طنبورۂ افکار کی جھنکار ہے

ہر نفس موتی پروتی پھول برساتی ہوئی
خیمۂ زر بفت میں پازیب جھنکاتی ہوئی
مرکیاں لیتی ٹھمکتی ناچتی گاتی ہوئی
دوڑتی بڑھتی ہمکتی جھومتی چھاتی ہوئی
اک سنہری تان کی زنجیر بل کھائی ہوئی
ایک انگڑائی دھنک کے پل پہ لہرائی ہوئی

سر پہ سہرا بر میں جوڑا بات میں قندونبات
چال میں گنگا کی لہریں زلف میں برکھا کی رات
سانس میں بوئے سمن لہجے میں عود سومنات
زندگی رنگوں کے سائے سے گزرتی اک برات
انکھڑیوں میں رت جگوں کی راگنی گھولے ہوئے
بال بکھرائے ہوئے بند قبا کھولے ہوئے

زندگی یوسف زلیخا قیس و لیلیٰ نل دمن
عید کا دن چودھویں کی رات چوتھی کی دلہن
اک کھنکتی لب کشائی ایک چبھتا بانکپن
رنگ ساگر راگ مندر روپ مالا پھول بن
جس کی قرنوں حجلۂ قدرت میں رکھوالی ہوئی
بدلیوں کی رسمساتی چھاؤں کی پالی ہوئی

Presented by www.ziaraat.com

زندگی مرتے ہوئے پتوں پہ بوندوں کی کھنک
صبح سرما کی کرن شام بہاراں کی دھنک
بول تتلی کی اڑان آواز کوندے کی لپک
کوکتی برکھا میں سارنگی کے تاروں کی لچک

شہرتن میں پھول والوں کی گلی ہے زندگی
گردنِ آفاق میں چمپا کلی ہے زندگی

زندگی فرماں روائے کشور دنیا و دیں
موجد حرف خداوُرحمۃ اللعالمین
نوع انساں کے لئے اے محرمان دور بیں
موت سے بڑھ کر کوئی شے قابل نفرت نہیں

زندگی تکریم ہے تو قیر ہے تمکین ہے
موت شاہ ارض کی سب سے بڑی توہین ہے

موت اندھیاری گھٹاٹوپ آبنوسی تیرہ فام
بے رکوع و بے سجود و بے قعود و بے قیام
مضمحل سن منجمد یخ بستہ شل افسردہ خام
بے حرارت بے حکایت بے بصارت بے خرام

اس کے پتھریلے کلیجے میں کسک ہوتی نہیں
اس کے دیدوں میں مروت کی چمک ہوتی نہیں

موت صحرا دشت ریگستان بن بیہڑ سراب
بیخودی وحشت شقاوت قاہری دہشت عذاب
خوف از خود رفتگی بیگانگی غیبت حجاب
ایک حسرت خیز غفلت ایک عبرتناک خواب

ایک ڈائن زندگی کی سمت منہ کھولے ہوئے
آستیں اُلٹے ہوئے تیغ دو دم تولے ہوئے

موت خاموشی اداسی بے نوائی بے حسی
موت سناٹا اندھیرا بے شعوری برہمی
موت تاریکی تباہی تیرگی ترسندگی
موت آہوں کی خطابت آنسوؤں کی شاعری

شیر افگن بازوؤں کو بے سکت کرتی ہے موت
ماتمی ہاتوں کی ضربت پر نرت کرتی ہے موت

نام زشت موت سے اٹھتا ہے سینوں سے دھواں
فرق ہستی پر کڑک اٹھتی ہے دہشت کی کماں
دل پہ رکھ دیتا ہے خوف مرگ وہ بارگراں
بولنے لگتی ہیں سبھی زندگی کی ہڈیاں

کوئی نرم آواز کوئی داستاں بھاتی نہیں
موت یاد آجائے تو راتوں کو نیند آتی نہیں

Presented by www.ziaraat.com

پتھروں پر کس قدر شیشے گرا دیتی ہے موت
کنج شب میں کتنی صبحوں کو سلا دیتی ہے موت
کتنی کوکھوں کتنی گودوں کو جلا دیتی ہے موت
کتنے سہروں کتنی سیجوں کو دغا دیتی ہے موت
کتنی چاہوں کس قدر بانہوں کو مرجھاتی ہے موت
کتنی دکھتی کرٹوں پر رقص فرماتی ہے موت

لیکن اس کے باوجود اے محرمانِ این و آں
سخت حیراں ہوں کہ تھا وہ کون دانائے زماں
موت کو جس نے دیا نام حیات جاوداں
اس قدر پر ہول بیہڑ کو بنایا گلستاں
زہر کو کس نے حریف آب حیواں کر دیا
اس اپی تلوار کو کس نے رگ جاں کر دیا

نوع انساں کو دیا کس فلسفی نے یہ پیام
مرد غازی کا کفن ہے خلعت عمر دوام
نصب کس نے کر دئے مقتل میں حوروں کے خیام
جانتے ہو اس دبیر ذہن انسانی کا نام
جو انوکھی فکر تھا جو اک نیا پیغام تھا
اس حکیم نکتہ پرور کا محمدؐ نام تھا

اے محمد اے سوار توسن وقت رواں
اے محمد اے طبیبِ فطرت نباض جاں
اے محمد اے فقیہ نفس ونقاد جہاں
موت کو تو نے وہ بخشی آب و تاب جاوداں
زندگانی کے پجاری موت پر مرنے لگے
لوگ پیغام اجل کی آرزو کرنے لگے

زیست کا عکس شہادت سے نکھرتا ہے جمال
موت کے گھونگھٹ میں ہے روے بتان لازوال
خون کے طاقوں میں ہے قندیل وجہ ذوالجلال
ذہن انسانی کو بخشا صرف تو نے یہ خیال
اہرمن پر دہشت یزداں کو طاری کر دیا
ایک اک انسان کو لاکھوں پہ بھاری کر دیا

خلق کو تو نے تمنائے شہادت بخش دی
اس تمنا ے شہادت نے شجاعت بخش دی
پھر شجاعت نے بھڑکنے کی حرارت بخش دی
اس حرارت نے گداؤں کو حکومت بخش دی
اس قدر عجلت سے تو روئے زمیں پر چھا گیا
مدعی چکرا گئے تاریخ کو غش آ گیا

Presented by www.ziaraat.com

بھول کر گہوارۂ غم میں بھٹکتا ہے سرور
تیرگی کی سرمئی محراب میں ہے شمع طور
شام رنگین لحد ہے صبح قرآن و زبور
موت ہے نور و قصور و حور وانگور و طہور

یہ عقائد ہوں تو پھر مرنے سے ڈر سکتا ہے کون
موت کے شیدائیوں کو زیر کر سکتا ہے کون

سب سے پہلے دہر کو تو نے ہی سمجھائی یہ بات
طاق ایوان شہادت میں ہے قندیل حیات
سر فروشی ہے متاع زندگانی کی زکوٰۃ
موج کوثر کی سخا کا پیک ہے نخل فرات

عرش اتر آتا ہے فرش گرم گیرودار پر
رقص کرتی ہے دوامی زندگی تلوار پر

آتش سوزاں کو تو نے آب زم زم کر دیا
وحشیوں کو حامل تہذیب محکم کر دیا
خاک کو نسریں بنایا جام کو جم کر دیا
سرخ شعلوں کو نچوڑا موجۂ یم کر دیا

کشتیاں چلوائیں طوفاں سے ترے فرمان نے
موت بوئی زندگی کاٹی ترے قرآن نے

موت کی ظلمت میں تو نے جگمگادی زندگی
جوہر شمشیر عریاں میں دکھا دی زندگی
شمع کے مانند قبروں میں جلا دی زندگی
سرزمین مرگ میں تو نے اگادی زندگی

حبس ٹوٹا باغ جنت کی ہوا آنے لگی
مقبروں سے دل دھڑکنے کی صدا آنے لگی

خاک کے ذرات کو تو نے ثریا کر دیا
آگ کو پانی کیا پانی کو صہبا کر دیا
موت سی کالی بلا کو رشک سلمیٰ کر دیا
آخری ہچکی کو گل بانگ مسیحا کر دیا

سر سے خوف نیستی کی یوں بلائیں ٹال دیں
آدمی نے موت کی گردن میں باہیں ڈال دیں

یہ تصور موت کا جیسے ہی سوئے کربلا
وقت دوں پرور کے تاریخی تقاضے سے مڑا
خون میں تیرے گھرانے کے تلاطم آگیا
لشکر صبح فروزاں شام کی جانب چلا

دفعتاً قصر جفا مسمار ہو کر رہ گیا
رعب شاہی نقش بر دیوار ہو کر رہ گیا

Presented by www.ziaraat.com

اے محمد موت وہ تیرے نواسے کو ملی
آج تک جس سے درخشاں ہے ضمیر آدمی
اللہ اللہ روشنی تیرے چراغ ذہن کی
کربلا کی دھوپ پر چھٹکی ہے اب تک چاندنی

یہ انی پر سر نہیں تیرے انا کا تاج ہے
کربلا تیرے نظامِ فکر کی معراج ہے

آشنا بحرِ صداقت کا حسین ابن علی
مدرسہ درس شہادت کا حسین ابن علی
معجزہ فکری نجابت کا حسین ابن علی
حوصلہ تیری نبوت کا حسین ابن علی

جس نے بجھنے دی نہ شمع آدمیت وہ حسین
سانس جسکے دم سے لیتی ہے مشیت وہ حسین

اخذ کرتا ہے جو غم سے شادمانی وہ حسین
جس کی اب تک ہے دلوں پر حکمرانی وہ حسین
موت بھی جس کی نگاہوں میں سہانی وہ حسین
تشنگی سے پی تھی جس نے زندگانی وہ حسین

سرخ انگاروں کو جس نے خاک کر کے رکھ دیا
جس نے دامان حکومت چاک کر کے رکھ دیا

طرۂ طرف کلاہ عزم و ہمت ہے حسین
سورۂ اخلاص وقرآن صداقت ہے حسین
منبر تصدیق و تکمیل رسالت ہے حسین
پشت ذوق مرگ پر مہر نبوت ہے حسین

اے مرے پروردگار آدمیت السلام
السلام اے داور یوم شہادت السلام

ہن برستا ہے شہادت کا ترے کردار سے
فکر میں صحت ہے تیرے عابد بیمار سے
ہاں وہ جنت سیر ہے جو سبزہ و انہار سے
مانگتی ہے بھیک تیرے سایۂ دیوار سے

اے خطیب اوج فاراں کے نواسے اسلام
اے مرے تسنیم در آغوش پیاسے السلام

موت کو تو نے بہار کامرانی بخش دی
خاک کو اکسیر پیری کو جوانی بخش دی
ہمت انساں کو دجلے کی روانی بخش دی
برف کو لو اوس کو آتش فشانی بخش دی

التہابِ تشنگی کو موجِ زم زم کر دیا
آنچ کو ایسا بنا دامانِ مریم کر دیا

Presented by www.ziaraat.com

امتزاجِ شادی وشیون ہے تیری داستاں
جسم پر خونی کفن ہے فتح کا سر پرنشاں
اک طرف تیرا گلا ہے اور خنجر بے اماں
اک طرف تیری رگ جاں خنجروں پر ہے رواں
اک طرف موج ترحم اک طرف ماتم ہے تو
اک نرالا نغمہ و فریاد کا سنگم ہے تو

تو نے خود بجھ کر جلائے ہیں جو ذہنوں میں چراغ
دل ہے غرق آہ وشیون شاد و نازاں ہے دماغ
اس طرف جھلسے ہوئے خیمے ادھر شاداب باغ
اک طرف نصرت کے موتی اک طرف سینوں کے داغ
اک نرالا ربط گل بانگ وفغاں ہے اے حسین
جھٹپٹے میں اک دھندلکا پرفشاں ہے اے حسین

دل میں تیری یاد ہے شام وسحر کے درمیاں
زمزموں کے ہیں سفینے ہچکیوں کے درمیاں
لب پہ نغموں کی دمک ہے آنکھ سے آنسو رواں
فصل گل کی دھوپ ہے پڑتی ہیں جیسے بوندیاں
تجھ پہ بے روئے نہیں اٹھتے کسی محفل سے ہم
کیا کریں مجبور ہو جاتے ہیں اپنے دل سے ہم

ہم سے یہ کہتی ہے تیری کامرانی اے حسین
کامرانی ہے محل شادمانی اے حسین
شادمانی ہے متاع زندگانی اے حسین
آنسوؤں کی پھر بھی ہوتی ہے روانی اے حسین
زمزموں کو چشم گریاں میں ڈبو دیتا ہے دل
جب ہنسی ہونٹوں پہ آئی ہے تو رو دیتا ہے دل

دارو گیر کربلا پر اے شہید محترم
عقل نازاں ہے مگر جذبات کی آنکھیں ہیں نم
چونکہ تیرے جذبۂ نصرت میں ہے آہنگ غم
اس لئے آنسو چڑھاتے ہیں تری بالیں پہ ہم
دل کا یہ فرمان ہے لغزش نہ آئے پاؤں میں
جشن فتح کربلا ہو آنسوؤں کی چھاؤں میں

لیکن آنسو وہ جو برسائیں شرارِ زندگی
جس سے ٹپکے گوہر عز و وقارِ زندگی
جس کے قبضے میں ہو تیغِ آب دارِ زندگی
جن کی رنگینی میں کروٹ لے بہارِ زندگی
جو گریں شادابیٔ اہل جہاں کے واسطے
گھن جو بن جائیں غرور خسرواں کے واسطے

Presented by www.ziaraat.com

ہاں وہ آنسو جن میں غلطاں ہو خروشِ خوفِ حق
جن کے گرنے کی صدا میں ہو شہادت کا سبق
جن کے آگے رنگ ہو نازِ جہاں بانی کا فق
جن کی آب وتاب میں تاریخ کے جھلکیں ورق

جن میں جوہر پرفشاں ہوں تیشۂ فرہاد کے
غرق کردیں جو سفینے بحر استبداد کے

سوگواری کا مزا جب ہے رفیقانِ کبار
رخ پہ تابِ عزم ہو آنکھوں میں آبِ ذوالفقار
ہم عناں ہوں طبل و جنگ و نالۂ بے اختیار
دل میں حرمانِ خزاں ہو سر میں سودائے بہار

بات جب ہے غم ابھارے جذبۂ پیکار پر
ایک دل پر ہاتھ ہو اک ہاتھ ہو تلوار پر

جب حکومت قصر ہائے معدلت ڈھانے لگے
جب غرور اقتدار اقدار پر چھانے لگے
خسروی آئین پر جب آگ برسانے لگے
جب حقوق نوع انسانی پہ آنچ آنے لگے

رن میں در آبازوئے خیبر شکن سے کام لے
ان مواقع پر حسینی بانکپن سے کام لے

کس طرف جانا ہے تجھ کو سوچ اے مردِ خدا
اک طرف زہرِ فنا ہے اک طرف نہرِ بقا
یا پہن لے تاج کردار شہید کربلا
یا محیط کشور باطل میں جا کر ڈوب جا

یا عنان ذہن عالم جانب حق موڑ دے
یا حسین ابن علی کا نام لینا چھوڑ دے

یہ متاع چشم نم یہ دولت قلب دونیم
ہیچ ہے انساں اگر ڈھونڈے نہ راہ مستقیم
مان ہی سکتی نہیں اس بات کو عقل سلیم
صرف ماتم ہو مآل مقصدِ ذبحِ عظیم

خونِ باطل ہے تب و تابِ حسامِ کربلا
آنسوؤں سے ہے بہت اونچا مقامِ کربلا

کربلا کا سید لشکر جلالِ مصطفےٰ
کربلا کا اکبر مہ رو جمالِ مصطفےٰ
کربلا کی گود کا اصغر ہلالِ مصطفےٰ
کربلا کا رنگ بستاں خونِ آلِ مصطفےٰ

ہمت نوعِ بشر کی انتہا ہے کربلا
تو سمجھتا ہے فقط ماتم سرا ہے کربلا

Presented by www.ziaraat.com

آسمانِ زندگی پر کہکشاں ہے کربلا
فرقِ استبداد پر گرزِ گراں ہے کربلا
حفظِ ناموسِ بشر کی پاسباں ہے کربلا
خون کے دھارے پہ مبنی داستاں ہے کربلا
کربلا کی خاک میں اشکوں کی طغیانی بھی ہے
کربلا کی آگ میں تلوار کا پانی بھی ہے

گریہ فطری امر ہے جی بھر کے رو اور بار بار
ماتمِ شبیر میں روتا ہوں میں بھی زار زار
میں تو کیا اس غم سے جنبش میں ہے قلب روزگار
غور فرما لیکن اس نکتے پہ بھی اے سوگوار
غم نہیں ہے طرۂ طرف کلاہ کربلا
سورما کی موت ہے میراث شاہ کربلا

کون اس میراث کی جانب اٹھاتا ہے قدم
کس کو سونپا جائے عباس دلاور کا علم
کون کھاتا ہے شعار نصرت حق کی قسم
کون یہ کہتا ہوا صف سے ابھرتا ہے کہ ہم
صفحۂ تاریخ پر حرف جلی بنتا ہے کون
وارث جنس حسین ابن علی بنتا ہے کون

نسلِ آدم سے یہ اب تک کہہ رہی ہے کربلا
اے ستم کش تیرا فطری حق ہے فریاد و بکا
لیکن اس گردابِ شیون میں نہ اتنا ڈوب جا
فوت ہو جائے شہید کربلا کا مدعا
حق کا باطل پر تفوق آدمی کا فرض ہے
خون صبر کربلا نوعِ بشر پر قرض ہے

قرض یہ اترے تو فخر آدمی آگے بڑھے
چاکری پیچھے ہٹے تو سروری آگے بڑھے
ظلمتیں گم ہوں تو سیل روشنی آگے بڑھے
موت کو ٹوکیں تو کارِ زندگی آگے بڑھے
تار کھنچ جائیں تو پیدا صف شکن جھنکار ہو
قرض کا دریا اتر جائے تو بیڑا پار ہو

آدمی کا ہر قدم ہے درمیان گیر و دار
زندگی کا ہر نفس ہے اک مسلسل کارزار
کیا تجھے حاصل ہے اے مرد حزیں وسوگوار
خون برحق طبع طوفان و مزاجِ ذوالفقار
باندھ کر سر سے کفن گھر سے نکل سکتا ہے تو
ہاں آپی تلوار کی برش پہ چل سکتا ہے تو

Presented by www.ziaraat.com

اے برادر عقل حق پرور میں اور اتنا خلل
ہو چکا ہے ایک مدت سے ترا کردار شل
الاماں اضداد کا یہ اجتماع بے محل
دعویٔ حبّ حسین اور بیعتِ دیو اجل
کیا غضب ہے دن کی چھاتی پر اندھیری رات ہے
مومن اور خوف اجل منہ پیٹنے کی بات ہے

سانس لینے کو نہیں کہتے ہیں دانا زندگی
ہر نفس اک طرح نو کی ہے تمنا زندگی
ہر قدم تسخیر قدرت کا ہے سودا زندگی
خون میں ہے ارتقا کا شور و غوغا زندگی
سرد ہے جس کا لہو وہ آدمی بے جان ہے
بے دلوں پر زندگی دراصل اک بہتان ہے

اہل نخوت ہیں سوار ابلق لیل ونہار
اور تو فقدان جرأت سے مجسم انکسار
تیری آنکھوں میں نہیں رقصاں بغاوت کے شرار
سر ہے تیرا اور پائے صاحبان اقتدار
قوت باطل پہ جو انسان چھا سکتا نہیں
حشر میں وہ مصطفٰے کو منہ دکھا سکتا نہیں

دل جراحت سے اگر بھاگے تو راحت کفر ہے
غم سے اکتائے طبیعت تو مسرت کفر ہے
تخت پر قابض ہو جابر تو اطاعت کفر ہے
جو شہادت سے ڈرے اس کی عبادت کفر ہے
دامن صد پارۂ غیرت کو سی سکتا نہیں
موت سے جو منہ چھپاتا ہے وہ جی سکتا نہیں

اے حسین اے غیرت حق کے امین ذی وقار
اے دیارِ حرمت انساں کے واحد شہریار
اے بہ منبر نور یزداں اے بہ میداں ذوالفقار
ہاں پکار اپنے محبوں کو سر میداں پکار
نیند کے روندے ہوئے غفلت شعاروں کو جھنجھوڑ
ہو چکی ہے صبح اپنے سوگواروں کو جھنجھوڑ

پھر تمدن کی طرف پھنکار کر جھپٹے ہیں ناگ
جل رہا ہے پھر عروس زندگانی کا سہاگ
کانپتی راتیں صدائیں دے رہی ہیں آگ آگ
جاگ اے ابن علی کے نوحہ خوان خفتہ جاگ
اٹھ بھڑکتی آگ کو پانی بنانے کے لئے
کربلا آئی ہے بالیں پر جگانے کے لئے

Presented by www.ziaraat.com

اے برادر تجھ کو اکبر کی جوانی کی قسم
جو ہوا تھا بند اس مقتل کے پانی کی قسم
ناتواں عابد کی بیڑی کی گرانی کی قسم
زینبِ خوددار کی آتش بیانی کی قسم
غرق کر دے ہچکیاں مردانگی کے راگ میں
کود پڑ نمرودِ حاضر کی بھڑکتی آگ میں

آج پھر دنیا میں ہے انسان کی مٹی پلید
ڈاکوؤں کی جیب میں ہے عصر حاضر کی کلید
ہاں بہ جذبات جہاں سوز و بہ ضربات شدید
آج پھر بیعت طلب ہیں عصر حاضر کے یزید
فوج باطل شاد ہے سیراب ہے خورسند ہے
ہاں پھر اہل حق پہ سنتے ہیں کہ پانی بند ہے

وقت ہے عباس کے مانند پھر دریا پہ جا
ہاتھ کٹ جائیں اگر تو مشک دانتوں میں دبا
اشقیا چیں بر جبیں ہیں آستینوں کو چڑھا
اپنی شمعوں کی لوؤں پر آندھیوں کو تو نچا
دہر کی ٹھنڈی رگوں کو خون سوز و ساز دے
مرد اگر ہے تو مری آواز پر آواز دے

دہر کو گھیرے ہوئے ہے شورِ طبل و برق و باد
گھر میں برپا ہے تلاطم در پہ ہے ابن زیاد
فوج میری سو رہی ہے اور سر پر ہے جہاد
کس طرف یارب نکل جائے یہ عبدِ نامراد
الاماں حدّ نظر تک ہے سیاہی کیا کروں
کوئی سنتا ہی نہیں میری الٰہی کیا کروں

داورا ہلچل ہے پھر برپا میانِ مشرقین
ہر نظر ہے ایک ماتم ہر نفس ہے ایک بین
تخت پر سرمایہ داری ہے بصد اجلال و زین
اور ٹس سے مس نہیں ہوتے محبانِ حسین
ہے یہی ایمان تو ایمان کو میرا سلام
اک فقط ایمان کیا قرآن کو میرا سلام

کبریا پروردگارا کردگارا داورا
کب سے میری قوم گہری نیند میں ہے مبتلا
کب سے پامال نفیر خواب ہے میری صدا
نیند آنکھوں کی اڑا دے جوت سینوں کی جگا
یا لگا دے سینۂ مومن میں باغ زندگی
یا بجھا دے اے خدا میرا چراغ زندگی

Presented by www.ziaraat.com

پانی

ہاں اے صباح طبع شب تار سے نکل
اے فکر سوئے آب خضر گنگنا کے چل
اے کلک نغمہ بار برستی گھٹامیں ڈھل
اے چشمۂ تخیل برگ آفریں ابل
جس میں ہو رقص و رنگ و روانی کی داستاں
اے دل کی آگ چھیڑ وہ پانی کی داستاں

پانی خوش اضطراب وخوش انداز وخوش جمال
خوش آب وخوش خرام وخوش آواز وخوش مقال
شیریں قوام و شیشہ مزاج و گہر خصال
سرشاری و شگفتگی ورقص و جد و حال
سرمایہ آب و رنگ کی تانیں لئے ہوئے
لاکھوں ہر ایک بوند میں جانیں لئے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

پانی چناب و راوی و گنگا و رودِ نیل
جوے حیات و کوثر و تسنیم و سلسبیل
رقاص بے نظیر و غزل خوان بے عدیل
موج ہوا پہ ہمسر گلبانگ جبرئیل
دست خنک میں ساغرزم زم لئے ہوئے
کلیوں کی خواب گاہ میں شبنم لئے ہوئے

بہتی ہوئی ندی کی روانی کا جل ترنگ
متوالیوں کے دل کی گرجتی ہوئی امنگ
سبزے کی لہر پھول کی خوشبو دھنک کا رنگ
آہنگ میں بھرے ہوئے مدھ ماتیوں کے انگ
اور یہ جو عود وچنگ میں برکھا کی رات ہے
ان سب کی باگ ڈور بھی پانی کے ہات ہے

پانی ہزار روپ سے ہوتا ہے منجلی
شبنم بہار گونج گرج راگنی جھڑی
بالی درخت دوب ثمر برگ خس کلی
کونپل شگوفہ کاہ کلی پھول پنکھڑی
کرتا ہے نصب موج پہ خیمے حباب کے
بھرتا ہے وقت صبح کٹورے گلاب کے

پانی بخار بھاپ گھٹا جھلملی دھواں
سنبل بنفشہ لالہ سمن سرونیستاں
شاداب و نرم و نازک و سرشار و شادماں
بستان و سبزہ زار و خیابان و گلستاں
آنچل رخ صبیح پہ آبی لئے ہوئے
کاندھوں پہ زندگی کی گلابی لئے ہوئے

جولاں رقیق سرد سبک سیر نغمہ خواں
مستی فروغ زمزمہ انگیز درفشاں
وادی میں آبشار صراحی میں گلستاں
رقصاں جواں جہندہ و جولاں رواں دواں
ہیجان و اضطراب و تلاطم لئے ہوئے
گونگی زمیں پہ نغمۂ قلزم لئے ہوئے

پانی فروغ ولولۂ دجلہ و فرات
آہنگ و ارتقاء و نشید تغیرات
سلطان ہفت قلزم و دارائے شش‌جہات
تخم وجود وجہ نمو طلعت حیات
جادو جگائے گیسوے عنبر سرشت کے
کھولے ہوئے زمین پہ غرفے بہشت کے

Presented by www.ziaraat.com

ہلچل کے بے شمار بکھیڑے لئے ہوئے
چھل بل کی شوخیوں مین تھپیڑے لئے ہوئے
پرہول مدو جزر میں بیڑے لئے ہوئے
شاداب گھاٹیوں میں دریڑے لئے ہوئے
جھلمل فضا میں بال پریشاں کئے ہوئے
بوچھار کی رقیق دلائی سئے ہوئے

ماوائے تازہ کاری وملجائے شست وشو
دولت سرائے زمزمہ وجنت وسبو
جولاں گہہ شگفتگی و چشمۂ نمو
پروردگار جودت و خلاقِ رنگ وبو
ہر بلبلے میں تار مقرنس لئے ہوئے
پنگھٹ پہ ناز صبح بنارس لئے ہوئے

پانی متاع کیف ہے سرمایۂ سبو
چہروں پہ ضو رگوں میں تھرکتا ہوا لہو
پیر مغاں کی بزم میں فرمان ہاؤ ہو
کچے پھلوں میں شہد ہے پھولوں میں رنگ وبو
سینے میں روح سنبل وسوسن لئے ہوئے
چٹکی میں باد صبح کا دامن لئے ہوئے

نے چھیڑتا جوان ترنگیں ابھارتا
رندوں کو سوئے ساغر و مینا پکارتا
مڑتا لرزتا گونجتا تپتا گھارتا
چنگھاڑتا دھاڑتا گاتا ڈکارتا
جھنکائے پائے ناز میں چھاگل بہار کی
بدھی گلوئے نرم میں آڑی گھار کی

آلام تشنگی کا گریباں سیئے ہوے
مکھڑوں کو رشک صبح بہاراں کئے ہوئے
جھونکوں میں شاخ گل کو سہارا دے ہوئے
خوابیدہ انکھڑیوں میں گھٹائیں لئے ہوئے
لے میں پروئے شوروشغب آبشار کے
خیمے اٹھائے دوش خنک پر بہار کے

دامن میں آب گوہر و مرجاں لئے ہوئے
جام رواں میں قطرہ نیساں لئے ہوئے
موجِ دواں میں عشوۂ ترکاں لئے ہوئے
کالی گھٹا میں زلف نگاراں لئے ہوئے
کولھوں پہ ہاتھ طرفہ ادا سے دھرے ہوئے
پھولوں سے مرغ زار کی جھولی بھرے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

پانی کا لوچ ابر کی رو موتیوں کی آب
مٹی کی جان گل کی مہک بحر کا جواب
ساغر کی آگ تیغ کا پانی سمن کی داب
کڑکے تو موج صاعقہ کھنچ جائے تو شراب
پروا میں ابر تیرہ کے لکّے بنے ہوئے
لیلائے برشگال کی چندری چنے ہوئے

بھونروں کی گونج نہر کی سیال راگنی
پی ہو کی دھوم گونجتی سرشار دلکشی
شوئندگی و شوخی و شنگی وشاعری
رنگینی و روانی و رقص و ربودگی
کوئل کی کوک بور کی خوشبو لئے ہوئے
مدراپیالہ زمزمہ دارو لئے ہوئے

ٹپ ٹپ شرر شرار تڑاتڑ چھنن چھنن
دھمال دھوم دھام دمادم دھنن دھنن
گم کاؤ روم جھوم جھما جھم جھنن جھنن
گھن گھن گرج گھماؤ گھما گھم گھنن گھنن
ہول و ہراس وہیبت و ہیجاں لئے ہوئے
بجلی کی تیغ نوح کا طوفاں لئے ہوئے

خسّت کرے تو قحط سے عالم ہو بے قرار
گرم سخا اگر ہو تو رزاق روزگار
دوڑے تو ساز نور جو بھاگے تو سوز نار
کڑکے تو برق ریز جو ٹھہرے تو برق وبار
ٹپکائے بوندیاں تو چمن بولنے لگے
پتھر اوَ پر جو آئے تو رن بولنے لگے

روپوش ہو تو دھوپ جمادے زمین پر
بگڑے تو فرش گرم بچھادے زمین پر
تیہا کرے تو آنچ بسا دے زمین پر
منہ پھیر لے تو بھوک اگا دے زمین پر
خوش ہو تو سر کو قشقہ کلائی کو بانک دے
لعل و گہر زمین کی چولی میں ٹانک دے

آئے جو موج میں تو اڑیں بوتلوں کے کاگ
افسردہ ہو تو کھیت میں رینگیں مہیب ناگ
چھیڑے جو آسمان پہ دریا دلی کا راگ
چولھوں کی سمت دوڑ پڑے گنگنا کے آگ
گرجے فقط تو کفر سے ڈسوائے دین کو
برسے تو تخت زر پہ بٹھادے زمین کو

Presented by www.ziaraat.com

جھمکے فراز پر تو گھٹا جھومنے لگے
مچلے نشیب میں تو فضا جھومنے لگے
چھکے تو کجریوں کی صدا جھومنے لگے
ناچے تو روح ارض وسما جھومنے لگے
کروٹ صبا میں لے تو چمیلی مہک اٹھے
پس جائے تو بتوں کی ہتھیلی مہک اٹھے

مثل بخار اڑے تو گھٹائیں ہوں نغمہ گر
خم سے ابل پڑے تو بہک جائیں بام ودر
امنڈے تو رنگ ورقص ہوں گنگا کے گھاٹ پر
چھلکے جو گاگروں سے گھٹائیں ہوں تر بتر
نہلائے الھڑوں کو تو پنڈے بکس پڑیں
ٹپکے جو گیسوؤں سے تو موتی برس پڑیں

بادل کی چادروں میں جو الجھے تو کتھئی
کرنوں کی زد پر آکے جو دمکے تو چمپئی
موجوں کے مدوجزر سے ابھرے تو سرمئی
لکوں کی ظلمتوں میں جو ڈوبے تو اگرئی
گرجے جو ابر میں تو فلک چہچہا اٹھے
انگڑائی لے تو سر پہ دھنک چہچہا اٹھے

برسے جو ٹوٹ کر تو جہاں ناچنے لگے
عشرت سرائے بادہ کشاں ناچنے لگے
قلقل کی رو میں بانگ اذاں ناچنے لگے
شمعوں کی لو اگر کا دھواں ناچنے لگے
بوچھار میں جو بند قبا کھولنے لگے
مکھڑوں پہ رنگ ماہ وشاں بولنے لگے

برکھا کا راگ گائے تو ساغر چھلک اٹھیں
چھکے جو دھوم سے تو خمستاں لہک اٹھیں
رس بوندیاں گرائے تو پتے کھنک اٹھیں
کوثر میں گنگنائے تو حوریں تھرک اٹھیں
پہونچے جو عرش پر تو ملک شست شو کریں
زلفیں نچوڑ دے تو پیمبر وضو کریں

صدحیف کربلا میں وہی آب خوش گوار
جس پر حیات نوع بشر کا ہے انحصار
جس کے بغیر آتش سوزاں ہے روزگار
بجتا ہے جس کے تار پہ انفاس کا ستار
جس کا علم ہے بارگہہ مشرقین پر
اہل جفا نے بند کیا تھا حسین پر

Presented by www.ziaraat.com

اس حادثے پہ آج بھی گریاں ہیں بحروبر
اللہ یہ تلاطم پرہول جوئے شر
یہ کفر الحفیظ یہ عدوان الحذر
پانی سی چیز بند ہو وہ بھی حسین پر
مولا کسی پہ کوئی نہ ایسی جفا کرے
کافر پہ بھی نہ بند ہو پانی خدا کرے

میدانِ کربلا کا وہ پر ہول التہاب
برسا رہا تھا آگ جہاں سوز آفتاب
خیموں میں جل رہا تھا گلستان بوتراب
دریا تھا انتہائے خجالت سے آب آب
موجوں پہ تشنگی تھی تسلط کئے ہوئے
ہر قطرۂ فرات تھا آنسو پئے ہوئے

شعلوں پہ فرش گرم شراروں پہ سائبان
دوش ہوا پہ ابر اٹھائے ہوئے نشان
چہروں پہ گرد سر پہ کمانیں دلوں میں بان
سینوں میں لوجگر میں شعائیں لبوں پہ جان
پیش نظر حیات کی بستی لٹی ہوئی
زیر قدم زمین کی نبضیں چھٹی ہوئی

ذرات آبدیدہ تھے صحرا اداس تھا
گرداب اشک بار تھے دریا اداس تھا
فرش زمین و عرش معلیٰ اداس تھا
روئے مبین فاطمہ زہرا اداس تھا
گردوں کی بارِ غم سے کمر تھی جھکی ہوئی
گیتی کی سانس فرط الم سے رکی ہوئی

ذرات محو خواب فضا غرق شور وشین
تپتی ہوئی زمین پہ اکبر سانور عین
اصغر کی سرد لاش پہ سیدانیوں کے بین
اے وائے برتباہی ومظلومی حسین
خیمے کے درکودیدۂ گریاں کئے ہوئے
زینب کھڑی تھیں بال پریشاں کئے ہوئے

سکتے میں تھے رسول ملائک تھے سوگوار
گردوں پہ مرتضیٰ و محمدؐ تھے اشک بار
ویران پالنے سے اداسی تھی آشکار
زہرا کی آرہی تھی یہ آواز بار بار
سن لے صدائیں بارِ خدا شور وشین کی
پروردگار خیر ہو میرے حسین کی

Presented by www.ziaraat.com

اے میرے لال اف یہ سماں ہائے کیا کروں
اک جان اور یہ بارگراں ہائے کیا کروں
تو اور دھوپ میں ہو تپاں ہائے کیا کروں
سینے سے اٹھ رہا ہے دھواں ہائے کیا کروں
ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسین کو
یارب کسی جتن سے بچا لے حسین کو

گونجی ہوئی تھی عرش پہ زہرا کی یہ صدا
اور فرش تھا نمونۂ محشر بنا ہوا
حوا کھڑی تھیں سر سے اتارے ہوئے ردا
ٹکرا رہی تھی بار مشیت سے کربلا
ہر ذرہ قتل گاہ کا مائل تھا بین پر
تاریخ کی نگاہ لگی تھی حسین پر

ذروں پہ سو رہے تھے رفیقان تشنہ کام
ہونٹوں تک آرہا تھا شہادت کا تلخ جام
شعلوں کے بڑھ رہے تھے پرے جانب خیام
تنہا کھڑے تھے حلقۂ اشرار میں امام
پروا نہ دھوپ کی نہ کوئی فکر سائے کی
خیمے سے آرہی تھی صداہائے ہائے کی

لیکن بایں ہجوم ستم ہائے روزگار
مولا کے لب تھے عزم شہادت سے آبدار
رکھے خزاں کے دوش پہ سرمایۂ بہار
چہرے سے تاب وجہ ذوالاکرام آشکار
کوثر کی ہر نفس میں روانی لئے ہوئے
سیلاب روزگار کو پانی لئے ہوئے

پھر بھی یہ چاہتے تھے کہ برپا نہ ہو فساد
ارباب کلمہ گو سے نہ کرنا پڑے جہاد
دوہرا سکے نہ وقت مآل ثمود و عاد
خطبے کے ڈونگرے سے بجھے آتش عناد
گرتی ہوئی خلوص کی دیوار روک لیں
چلتی ہوئی زبان پہ تلوار روک لیں

لیکن ہوا ذرا بھی نہ حجت کا جب اثر
مائل ہوئے جہاد پہ سلطان بحر و بر
اٹھتی ہوئی نگاہ سے اڑنے لگے شرر
جھومے علی کی شان سے تلوار چوم کر
گویا گھٹا کی اوٹ سے بجلی نکل پڑی
ٹھہری زباں نیام سے تلوار ابل پڑی

Presented by www.ziaraat.com

شور رجز بلند ہوا دار ہو گیا
لہجے سے گرم خوف کا بازار ہو گیا
روز عروج شام شب تار ہو گیا
نکلا جو منہ سے حرف وہ تلوار ہو گیا

آخر فضا پہ ایک کٹاری ابھر گئی
کانوں سے کافروں کی کمر تک گزر گئی

مسکن جو تھے غرور کے وہ سر جھکا دیئے
ایوان خسروی کے پرخچے اڑا دیئے
لب تشنگی نے خون کے دریا بہا دیئے
پیاسے نے آب تیغ کے جوہر دکھا دیئے

برپا دیار کفر میں کہرام ہوگیا
دیو فساد لرزہ بر اندام ہوگیا

پل بھر میں ظالموں کے سفینے الٹ گئے
جو ہاتھ اٹھے حسین کی نظروں سے کٹ گئے
قوت پہ جن کو ناز بہت تھا وہ لٹ گئے
سوئے حرم جو تیر چلے تھے اچٹ گئے

اہل جفا کی موت کا فرمان آگیا
دشت بلا میں نوح کا طوفان آگیا

شیرازۂ کتاب حکومت بکھر گیا
سلطان کے غرور کا دریا اتر گیا
کردار تشنہ کام بڑا کام کر گیا
پانی سپاہ شام کے سر سے گزر گیا

حق کی نگاہ ضرب سے بے تاب ہو گئے
باطل کے پیروؤں کے جگر آب ہو گئے

اٹھی نگاہ چہرۂ باطل جھلس گیا
اک ناگ تھا کہ ہمت اعدا کو ڈس گیا
پاتال میں سفینۂ اہل ہوس گیا
پانی علیؑ کی تیغ کا چھاجوں برس گیا

تیور علی کے شیر کے جب برق ہو گئے
خود اپنے ہی لہو میں شقی غرق ہو گئے

سبط نبی کے عزم نے کڑکائی یوں کماں
لو دے اٹھا یقین دھواں بن گیا گماں
اللہ ری حرب و ضرب امام زماں کی شان
منہ سے نکل پڑی عمر سعد کی زباں

ندی غرور جاہ کی پایاب ہو گئی
فوج یزید ماہی بے آب ہو گئی

Presented by www.ziaraat.com

جب حلم کا فرشتہ غضبناک ہو گیا
پیاسوں کا خون شعلۂ بے باک ہو گیا
ایوان شر میں آگ لگی خاک ہو گیا
غم سے معاویہ کا جگر چاک ہو گیا
اہل وغا کی عمر کا پیمانہ بھر گیا
مردانیوں کی تیغ کا پانی اتر گیا

پل بھر میں سانس اہل جفا کی اکھڑ گئی
بیعت کے طمطراق کی صورت بگڑ گئی
دست خدا سے کسوت شاہی ادھڑ گئی
دربار پر بحکم قضا اوس پڑ گئی
حق نے رگِ سقیفہ کی چھل بل نکال دی
پائے بنی امیہ میں زنجیر ڈال دی

شاہی کا رنگ کاہکشانی نہیں رہا
دریائے شر میں شورِ روانی نہیں رہا
چتر و علم میں فرکیانی نہیں رہا
شمشیر تاجدار میں پانی نہیں رہا
ہیبت سے ناریوں کا لہو سرد ہو گیا
بیعت طلب یزید کا منہ زرد ہو گیا

اے کربلا کے ابر گہر بار السلام
اے ہادیوں کے قافلہ سالار السلام
اے کعبۂ سواد کے معمار السلام
اے جنس آبرو کے خریدار السلام
اے سورما دلیر جیالے تجھے سلام
اے فاطمہ کی گود کے پالے تجھے سلام

اے میر ارض و صدر سماوات السلام
اے بادشاہ کشور آیات السلام
اے میزبان لشکر آفات السلام
اے ناقد نہفتگیٔ ذات السلام
اے کج کلاہ مورث کونین السلام
اے وارثِ عبادتِ ثقلین السلام

اے مصحف حیات کی تفسیر السلام
اے مدعائے آیۂ تطہیر السلام
اے دست ذوالجلال کی شمشیر السلام
اے مصطفٰے کے خواب کی تعبیر السلام
اے زندگی کے سوز نہانی سلام لے
کوثر بدوش تشنہ دہانی سلام لے

Presented by www.ziaraat.com

اے زخم قلب خیر کے مرہم تجھے سلام
اے ناصر پیمبر اعظم تجھے سلام
ہاں اے رسول دین محرم تجھے سلام
اے حجت شرافت آدم تجھے سلام
اے تاجدار ملک تحمل سلام لے
اے فخر کے عظیم تمول سلام لے

اے بوستان سایۂ دامان مصطفےٰ
اے مدو جزر چشمۂ ایوان مصطفےٰ
اے نور عین حیدر و اے جان مصطفےٰ
اے خوش جمال یوسف کنعان مصطفےٰ
اے تشنہ ابن ساقی کوثر سلام لے
آفاق کی زباں سے بہتر سلام لے

اے بے پناہ قوت اخلاق السلام
اے خلوتی داور اطلاق السلام
اے حق نگر شعور کے رزاق السلام
اے افتخار انفس وآفاق السلام
اے طرۂ کلاہ نبوت سلام لے
اے شاہ کشورِ ابدیت سلام لے

اے اقتدار صبر فراواں تجھے سلام
طوفاں شکار کشتیٔ عرفاں تجھے سلام
اے آبروئے چشمۂ حیواں تجھے سلام
اے کردگار عظمت انساں تجھے سلام
ہاں اے گلوئے موت کے خنجر سلام لے
اے پختگیٔ فکر پیمبر سلام لے

ہاں مرحمت ہو خاطر بیدار یا حسین
حرف غلط سے جرأت انکار یا حسین
تاب و توان عابد بیمار یا حسین
جھنکار ذوالفقار کی جھنکار یا حسین
ہاں سوئے جذبۂ حرکت باگ موڑ دے
ہاں توڑ دے جمود کی زنجیر توڑ دے

مولا ہجومِ دردِ نہانی کا واسطہ
زینب کے عزم شعلہ بیانی کا واسطہ
اصغر کے سوزِ تشنہ دہانی کا واسطہ
اکبر کی تشنہ کام جوانی کا واسطہ
ہاں آج آنسوؤں سے شرارے نکال دے
ہاں آگ میں حیات کے پانی کو ڈال دے

Presented by www.ziaraat.com

ہاں اے حسین برق سوار و اجل فگار
سلطان کوہ تخت شکن قاہری شکار
کوثر نگاہ قصر شکن سلطنت فشار
عرش افتخار فرش فروغ انبیاء وقار
اے آفتاب تحفۂ شبنم قبول کر
ہاں سجدۂ جبین دو عالم قبول کر

اے ذوالفقار حیدر کرار السلام
اے جانشین احمد مختار السلام
اے بے نیاز اندک و بسیار السلام
اے محور ثوابت وسیار السلام
اے بے مثال پختگیٔ ہمت السلام
اے آدمی کے ناز الوہیت السلام

اے وجہ افتخار اب و جد سلام لے
اے کار ساز ابیض و اسود سلام لے
اے ذی حیات منبر و معبد سلام لے
اے عارف ضمیر محمدؐ سلام لے
ناموس انبیاء کے نگہبان السلام
اے رحل کائنات کے قرآن السلام

سلام

طبع میں کیا، تیغ بُراں میں روانی چاہیے
گل فشانی تا کجا، اب خوں فشانی چاہیے
بستۂ زنجیر محکومی! خبر بھی ہے تجھے
مہر و مہ پر تجکو عزم حکمرانی چاہیے
مرقد شہزادۂ اکبر سے آتی ہے صدا
حق پہ جو مٹ جائے، ایسی نوجوانی چاہیے
شاہ فرماتے ہیں "جالے جا خدا کے نام پر"
موت جب کہتی ہے اکبر کی جوانی چاہیے
سن کے جس کا نام نبضیں چھوٹ جائیں موت کی
دین کے ساونت کو وہ زندگانی چاہیے
عمر فانی سے تو برگ کاہ تک ہے بہرہ مند
مرد کو ذوقِ حیاتِ جاودانی چاہیے
کون بڑھتا ہے لہو تھوڑا سا دینے کے لئے
اے عزیزو! دین کی کھیتی کو پانی چاہیے
جن کے سینوں میں ہو سوزِ تشنگانِ کربلا
ان جواں مردوں کی تلواروں میں پانی چاہیے
جوشؔ! ذکر جرأت مولا پہ شیون کے عوض
رخ پہ شان وفخر وناز کامرانی چاہیے

Presented by www.ziaraat.com

(۲)

کیا نماز شاہ تھی، ارکانِ ایمانی کے ساتھ
دل بھی جھک جاتا تھا ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ
حشر تک زندہ ہے تیرا نام اے ابنِ رسول!
کر چکا ہے تو وہ احساں، نوعِ انسانی کے ساتھ
ان کے آگے صولت دُنیا کا ذکر، او ابنِ سعد
کھیلتی ہے جن کی ٹھوکر تاجِ سلطانی کے ساتھ
غیرتِ حق کو کہیں دیکھو نہ آجائے جلال
ظالمو ہولی نہ کھیلو خونِ انسانی کے ساتھ
باندھتی ہو کیا ہوا، اے اہرمن کے آندھیو!
کھیلنا آساں نہیں ہے شمعِ یزدانی کے ساتھ
ہمت معصوم کو فاسق سے کیا خوف وخطر
یہ سفینہ مضحکہ کرتا ہے طغیانی کے ساتھ
صرف رو لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دن
خوں فشانی بھی ہے لازم اشک افشانی کے ساتھ
آنکھ میں آنسو ہوں، سینوں میں شرارِ زندگی
موجۂ آتش بھی ہو، بہتے ہوئے پانی کے ساتھ
اہلِ بیتِ پاک کی ہر سانس کو اے مدعی!
ہاں ملا کر دیکھ لے آیاتِ قرآنی کے ساتھ
جوشؔ ہم ادنیٰ غلامانِ علی مرتضیٰ
تمکنت سے پیش آتے ہیں جہانبانی کے ساتھ

(۳)

تو نے حسین دہر کو ششدر بنا دیا
طوفاں کو ناؤ سیل کو لنگر بنا دیا
ان تلخیوں کو قند بنایا جو زہر تھیں
پھر مسکرا کے قندِ مکرر بنا دیا
مولا حبیب ابنِ مظاہر کے شیب کو
تو نے شبابِ قاسم و اکبر بنا دیا
مقتل میں صرف ایک تبسم کی موج نے
زنجیرِ غم کو زلفِ معنبر بنا دیا
جس تشنگی کی آگ پہ تھی کربلا کی دھوپ
اس تشنگی کو چشمۂ کوثر بنا دیا
جو کاٹتا ہے گردنِ شاہانِ حق شکن
اپنی رگِ گلو کو وہ خنجر بنا دیا
جب پتھروں کو لوگ بتوں میں بدل چکے
تو نے بتوں کو توڑ کے پتھر بنا دیا
تیرے ثبات وعزم نے خود دوشِ موت کو
اک دائمی حیات کا منبر بنا دیا
یوں سر جھکا دیا کہ ردائے نیاز کو
ہم رنگ نازِ حضرتِ داور بنا دیا
جس اک عدد میں دولتِ ذبحِ عظیم تھی
تو نے اس اک عدد کو بہتّر بنا دیا

Presented by www.ziaraat.com

(۴)

حسین ابنِ علی دُنیا کو حیراں کردیا تونے
سرابِ تشنگی کو آبِ حیواں کردیا تونے
نظر ڈالی تو ذرّوں کو جواہر میں بدل ڈالا
قدم رکھا تو شعلوں کوگلستاں کردیا تونے
تری کشتیٔ جاں کوغرق کرنے جب بڑھا طوفاں
تو خود طوفاں کو غرق کشتیِ جاں کردیا تونے
ضمیر اہل وحشت اور ذات اہل وحشت کو
بہم پیچیدہ و دست و گریباں کردیا۔ تونے
جراحت کو عطا کرکے شعار بخیہ و مرہم
خزاں کو ضامن رنگ بہاراں کردیا تونے
جو دھندلا ہوچلا پہلا ورق منشور فطرت کا
تو اپنے خونِ دل کو زیبِ عنواں کردیا تونے
بجھی جب شمع جاں تو زیرِ موج دود پر افشاں
حقائق کو چراغِ زیرِ داماں کردیا تونے
بناکر شمعِ طور اپنے لہو کے گرم قطروں کو
دیار ذہن عالم میں چراغاں کردیا تونے
بقا کے آسماں پر اک صباح نو دمک اُٹھی
زمیں پر چاک جب اپنا گریباں کردیا تونے
رہے گا یہ ترا احسان سرکارِ مشیت پر
کہ اے ابنِ علی انساں کو انساں کردیا تونے

کمان بے نوا کس طرح کڑکے فرق سلطاں پر
بنی آدم کی اس مشکل کو آساں کردیا تونے
بنا کر بات، پیغمبر کو بھی پیغمبری بخشی
چھڑک کر خون پھر قرآں کو قرآں کردیا تونے
نظر اُٹھتی ہے سوئے جوشؔ تو حیرت یہ ہوتی ہے
کہ اس کافر کو اے مولا مسلماں کردیا تونے

(۵)

کرچکا سیر، اصل مرکز پر اب آنا چاہئے
اس زمیں پر اک نئی بستی بسانا چاہئے
پڑ چکے ہیں سینکڑوں روحِ شہادت پر حجاب
مومنو! اب ان حجابوں کو اٹھانا چاہئے
استعاروں میں بیاں کرنے کے دن باقی نہیں
داستاں، اب صاف لفظوں میں سنانا چاہئے
یہ جھجک اچھی نہیں اے سوگوارانِ حسین
باندھ کر سر سے کفن میدان میں آنا چاہئے
آنچ جب آنے لگے حق پر تو بہرِ زندگی
موت کو بڑھ کر کلیجے سے لگانا چاہئے
تیغ کے دامن کی جب آنے لگے رن سے ہوا
مرد کو انگڑائی لے کر مسکرانا چاہئے
تیری پابوسی کو خم ہے کب سے پشتِ آسماں
اے مسلماں! خاک سے اب سر اٹھانا چاہئے

Presented by www.ziaraat.com

یوں ابھرنے سے رہا نقشِ حیاتِ جاوداں
زندگی پر خون کی مہریں لگانا چاہیے
آفریں اے ہمت مردانۂ ابنِ رسولؐ
صاحبِ غیرت کو یونہیں موت آنا چاہیے
بستر احمدؐ شب ہجرت یہ دیتا ہے صدا
اے علی! مردوں کو یونہی نیند آنا چاہیے
کچھ سنا کیا کہہ رہا ہے جوشؔ! اکبر کا شباب؟
مینہ میں تیروں کے جوانی کو نہانا چاہیے

(٦)

محراب کی ہوس ہے نہ منبر کی آرزو
ہم کو ہے طبل و پرچم و لشکر کی آرزو
بامِ جدال و گرد رہ عزم کا ہے شوق
اورنگ کی ہوس ہے نہ افسر کی آرزو
کانٹوں پہ حق پرست بدلتے ہیں کروٹیں
بالش کا اشتیاق، نہ بستر کی آرزو
تعویذ کیا کروں گا کہ ان بازوؤں کو ہے
اژدر شکار قوتِ حیدر کی آرزو
کرنا ہے اپنے خون میں ہم کو شناوری

تسنیم کی تڑپ ہے نہ کوثر کی آرزو
اس آرزو سے میرے لہو میں ہے جزر و مد
دشتِ بلا میں تھی جو بہتّر کی آرزو
رنگیں مزاجیوں کا نہیں ہے محل ہنوز
دل کو ہے خونِ مرحب و عنتر کی آرزو
رقصِ پری و شانِ خرامِ صبا، حرام
دل کو ہے ضربِ فاتحِ خیبر کی آرزو
ہاں عمرِ جاوداں کی ہمیں بھی نوید دے
اے موت، اے جوانیٔ اکبر کی آرزو
جوشؔ اس سبوئے قلب پہ کون و مکاں نثار
غلطاں ہو جس میں ساقیٔ کوثر کی آرزو

Presented by www.ziaraat.com

Rs. 100/-

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
PUBLISHER & DISTRIBUTOR OF HOLY QUR'AN & ISLAMIC BOOKS
Sales Off.: 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6. Ph.: 23256590, 23265406, Fax: 011-23279998
Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2. Ph.: 23289786, 23289159
E-mail : farid@ndf.vsnl.net.in • farid_export@hotmail.com • website: www.faridexport.com